U13645. Date. 23-1209

Title - DEEWAN GHALIB (URDU).

Creator - Asad ullah Khan Ghalib

Publisher - Shirkat Kawyani (Berlan)

Date - 1920

Pages - 276.

Subjects - N.A.

منشی نولکشور

اطلاع

اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کو موجود ہے جو فہرست مطول ہر ایک شائق کو بھیجا
جا سکتی ہے جسکے ملاحظہ سے شائقان تفصیلی حالات کتب کو معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی اس میں درج ہے
اس مختصر فہرست میں صرف سادہ میں بعض کتب کلیات و دواوین و واسوخت اردو کے درج کرتے ہیں کہ جس
کی کتاب ہے اوس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ ہذا سے طلب فرماویں کو آگاہی کا ذریعہ ہے

کلیات و دواوین و واسوخت اردو

بہارستان سخن اردو ناسخ و آتش و آباد
کی ہم طرح غزلیں مصرع ۔
دیوان گویا تصنیف فقیر محمد خان گویا شاگرد
خواجہ وزیر جیسا ان کو ۔
دیوان رند ۔ تصنیف نواب سید محمد خان بہادر
لکھنوی شاگرد آتش
دیوان فدا نہایت عمدہ دیوان تصنیف
مولوی فدا حسین صاحب ۔
گلدستہ امانت ۔ مخمسات امانت شاعر لکھنوی کے
دیوان اسیر منشی مظفر علی صاحب اسیر
شاعر نامور ۔
دیوان غافل تصنیف جناب منور خانصاحب
غافل ہمپایہ آتش و ناسخ
دیوان ذوق کلیات سید ابراہیم
دہلوی متخلص بہ ذوق ۔
منتخبات میر درد و سودا واسطے مدارس
اودھ کے طبع ہوا ۔
دیوان صادق ۔ مصنفہ قاضی عبد الحق صاحب

گلدستہ نعت ۔ از محمد واحد علیخان ۔
قصائد مدحیہ سرورکائنات تصنیف مولوی
جمیل الدین احمد صاحب ۔
دیوان لطف ۔ یہ عمدہ دیوان پاکیزہ ادیب ہے
مجمع الاشعار مجموعہ کلام اساتذہ ۔
دیوان منجار سالک مولفہ مرزا قربان علی بیگ
دیوان نیاز تصنیف شاہ نیاز احمد
اردو و فارسی
دیوان شہید ہی مشہور شاعر کا کلام ہے
عمدہ طبع جدید ۔
دیوان امیر مسمے بمرآت الغیب تصنیف منشی
امیر احمد صاحب امیر ۔
دیوان نشاط الاحباب از بابو ہرگوبند سہائے
دیوان جرار مشہور شاعر مرزا حسین بیگ
متخلص بہ جرار ۔
چمن بے نظیر مجموعہ کلام شعرائے قدیم ۔
دیوان قلق مظہر عشق تصنیف آغا بالدار
خواجہ اسد قلق ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشاطۂ شمیم آشنایان را صلا و نہاددار انجمن نشینان را مژدہ کہ نسخۂ از سامان مجمرہ گردانی آمادہ و دامنی از عود دادہ
دست بہم دادہ ہست نہ چوبہای سنگ خوردہ سوہان ناملایمی شکستہ بی اندام تراشیدہ بلکہ بہ تیز تر گرفتہ بکار
ریز ریز کردہ بسوہان خراشیدہ ایدون نفس گداختگی شوق جستجوی آتش پارسی ست نہ آتشی کہ در گلخنہا ہم
افسردہ و خاموش و از کہنہ خاکستر بمرگ خود سیہ پوش نی چہ پیروی مسلم ست از ناپاکی باستخوان مردہ نا
شکستن و از دیوانگی برشتۂ شمع شرار گسستن آن یختن ہر آئینہ بدل گداختن نیرزد و نیم فروختن را نشاید زہی
آتش بصنع برافروزندہ و آتش پیست را باباد فراہم و را آتش سوزندہ نیک میدانند کہ شیرہ ننہدہ در ہر
آن رخشندہ آذر فعل و آن آتش ست کہ چشم روشنی ہوشنگ از سنگ برون تافتہ و در ایوان لہراسپ نشو و نما یافتہ
خس افروز عشرت لالہ رنگ شمع را چشم و گلکدہ را چراغ بخشندہ یزدان روشن انجمن برافروز را سپاس کہ شراری از ان
آتش تابناک بخاکستر خویش یافتہ بکارگاہ سینہ نہفتہ ام و از نفس دمہ بران برنہادہ بو کہ درانگ مایۂ روزگاران
فراہم تواند آید کہ مجمرہ را فروزش و چراغ و رایحہ عود را بال شناسائی دماغ تواند بخشید ہمانا نگارندۂ این نامہ را
آن در سر است کہ پس از انتخاب دیوان ریختہ بگرد آوردن سرمایۂ دیوان فارسی برخیزد و باستعفاء ایکمال این فرو فن
پس زانوی خموشی نشیند امید کہ سخن سنجان سخنور ستای پراگندہ ابیاتی را کہ خارج ازین اوراق یابند از تراوش رگ
کلک این نامہ سیاہ نشناسند و جامع گرد آورد را در ستایش و نکوہش آن اشعار مضمون ماخوذ نسگالند سپاس این یاوری ہا
ناشنیدہ از ہیچ پیدائی نارسیدہ ہیچ نقش بضمیر آید نقاش آن اسد اللہ خان موسوم بہ میرزا نوشہ
معروف و بہ غالب متخلص ہست چنانکہ اکبر آبادی مولد و دہلوی مسکن ہست و انجام کار نجفی مدفن خواہد

غزلیات

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

کاو کاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

آگہی دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا

بسکہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیر پا
موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ
مبارکباد اسد غمخوار جان دردمند آیا

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار
صحرا مگر بہ تنگیٔ چشم حسود تھا

آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ
جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا

لیتا ہوں مکتبِ غمِ دل میں سبق ہنوز
لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

ڈھانپا کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی
میں ورنہ ہر لباس میں ننگِ وجود تھا

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد
سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

کہتے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا
دل کہاں کہ گم کیجے ہم نے مدعا پایا

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا
درد کی دوا پائی درد بے دوا پایا

دوستدار دشمن ہے اعتمادِ دل معلوم
آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا

سادگی و پرکاری بیخودی و ہشیاری
حسن کو تغافل میں جرأت آزما پایا

غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہمنے اپنا دل — خون کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا
حال دل نہین معلوم لیکن اسقدر یعنی — ہمنے بارہا ڈھونڈھا تمنے بارہا پایا

۵۴
شور پند ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا
آپ سے کوئی پوچھے تمنے کیا مزا پایا

دل مرا سوز نہان سے بے محابا جل گیا — آتش خاموش کے مانند گویا جل گیا
دل مین ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہین — آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا
مین عدم سے بھی پرے ہون ورنہ غافل بارہا — میری آہ آتشین سے بال عنقا جل گیا
عرض کیجے جوہر اندیشہ کی گرمی کہان — کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا
دل نہین تجھکو دکھاتا ورنہ داغون کی بہار — اس چراغان کا کرون کیا کارفرما جل گیا

۵۵
مین ہون اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل
دیکھکر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا

شوق ہر رنگ رقیب سر و سامان نکلا — قیس تصویر کے پردے مین بھی عریان نکلا
زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی یارب — تیر بھی سینۂ بسمل سے پرافشان نکلا
بوے گل نالۂ دل دود چراغ محفل — جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا
دل حسرت زدہ تھا مائدۂ لذت درد — کام یارون کا بقدر لب و دندان نکلا
ہے نو آموز فنا ہمت دشوار پسند — سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آسان نکلا

۵۶
دل مین پھر گریہ نے اک شور اوٹھایا غالب
آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفان نکلا

دھمکی مین مر گیا جو نہ باب نبرد تھا — عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تھا
تھا زندگی مین مرگ کا کھٹکا لگا ہوا — اوڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا
تالیف نسخہ ہاے وفا کر رہا تھا مین — مجموعہ خیال ابھی فرد فرد تھا

دل تا جگر کہ ساحل دریائے خون ہے اب — اس رہگذر مین جلوۂ گل آگے گرد تھا

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہ عشق کی — دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

احباب چارہ سازیٔ وحشت نکر سکے — زندان مین بھی خیال بیابان نورد تھا

یہ لاش بے کفن اسد خستہ جان کی ہے — حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

۵۷

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا — تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا

بفیض بیدلی نومیدی جاوید آسان ہے — کشائش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا

ہوائے سیر گل آئینۂ بیمہریٔ قاتل — کہ انداز بخون غلطیدن بسمل پسند آیا

۵۸

دہر مین نقش وفا وجہ تسلی نہ ہوا — ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

سبزۂ خط سے ترا کاکل سرکش نہ دبا — یہ زمرد بھی حریف دم افعی نہ ہوا

مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون — وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

دل گذرگاہ خیال مے و ساغر ہی سہی — گر نفس جادۂ سرمنزل تقوی نہ ہوا

ہون ترے وعدہ نکرنے مین بھی راضی کہ کبھی — گوش منت کش گلبانگ تسلی نہ ہوا

کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجیے — ہمنے چاہا تھا کہ مرجائین سو وہ بھی نہ ہوا

مر گیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب — ناتوانی سے حریف دم عیسے نہ ہوا

۵۹

ستائش گر ہے زاہد اسقدر جس باغ رضوان کا — وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودون کے طاق نسیان کا

بیان کیا کیجیے بیداد کاوشہاے مژگان کا — کہ ہر یک قطرۂ خون دانہ ہے تسبیح مرجان کا

نہ آئی سطوت قاتل بھی مانع میرے نالون کو — لیا دانتون مین جو تنکا ہوا ریشہ نیستان کا

دکھاؤنگا تماشا دی اگر فرصت زمانے نے — مرا ہر داغ دل یک تخم ہے سرو چراغان کا

کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے
کرے جو پرتو خورشید عالم شبنمستان کا

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولی برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

اوگا ہے گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر
مدار اب کھودنے پر گھاس کی ہے میرے دربان کا

خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین
چراغ مردہ ہون مین بیزبان گور غریبان کا

ہنوز اک پرتو نقش خیال یار باقی ہے
دل افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زندان کا

بغل مین غیر کی آج آپ سوتے ہین کہین ورنہ
سبب کیا خواب مین آکر تبسمہای پنہان کا

نہین معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا
قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تیری مژگان کا

۱۰
نظر مین ہے ہماری جادۂ راہ فنا غالب
کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزای پریشان کا

نہوگا یک بیابان ماندگی سے ذوق کم میرا
حباب موجۂ رفتار ہے نقش قدم میرا

۱۱
محبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بیدماغی ہے
کہ موج بوے گل سے ناک مین آتا ہے دم میرا

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی
عبادت برق کی کرتا ہون اور افسوس حاصل کا

۱۲
بقدر ظرف ہے ساقی خمار تشنہ کامی بھی
جو تو دریاے مے ہے تو مین خمیازہ ہون ساحل کا

محرم نہین ہے تو ہی نواہاے راز کا
یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

رنگ شکستہ صبح بہار نظارہ ہے
یہ وقت ہے شگفتن گلہاے ناز کا

تو اور سوے غیر نظرہاے تیز تیز
مین اور دکھ تری مژہ ہاے دراز کا

صرفہ ہے ضبط آہ مین میرا وگرنہ مین
طعمہ ہون ایک ہی نفس جانگداز کا

ہین بسکہ جوش بادہ سے شیشے اوچھل رہے
ہر گوشۂ بساط ہے سر شیشہ باز کا

کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز
ناخن پہ قرض اس گرہ نیمباز کا

تاراج کاوشِ غمِ ہجران ہوا اسد
سینہ کہ تھا دفینہ گہرہاے راز کا

۱۳

بزمِ شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا
رکھیو یا رب یہ درِ گنجینۂ گوہر کھلا

شب ہوئی پھر انجمِ رخشندہ کا منظر کھلا
اس تکلف سے کہ گویا بتکدہ کا در کھلا

گرچہ ہون دیوانہ پر کیون دوست کا کھاؤن فریب
آستین مین دشنہ پنہان ہاتھ مین نشتر کھلا

گو نہ سمجھون اوسکی باتین گو نپاؤن اوسکا بھید
پر یہ کیا کم ہے کہ مجھسے وہ پری پیکر کھلا

ہے خیالِ حسن مین حسنِ عمل کا سا خیال
خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کھلا

منہہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہین
زلف سے بڑھکر نقاب اوس شوخ کے منہہ پر کھلا

در پہ رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا
جتنے عرصے مین مرا لپٹا ہوا بستر کھلا

کیون اندھیری ہے شبِ غم ہے بلاؤن کا نزول
آج اودھر ہی کو رہیگا دیدۂ اختر کھلا

کیا رہون غربت مین خوش جب ہو حوادث کا یہ حال
نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

اوسکی امت مین ہون مین میرے رہین کیون کام بند
واسطے جس شہ کے غالب گنبدِ بے در کھلا

۱۴

شب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرۂ ابر آب تھا
شعلۂ جوالہ ہر ایک حلقۂ گرداب تھا

وان کرم کو عذرِ بارش تھا عنان گیرِ خرام
گریہ سے یان پنبۂ بالش کفِ سیلاب تھا

وان خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال
یان ہجومِ اشک مین تارِ نگہ نایاب تھا

جلوۂ گل نے کیا تھا وان چراغان آبجو
یان روان مژگانِ چشمِ تر سے خونِ ناب تھا

یان سرِ پرشور بیخوابی سے تھا دیوار جو
وان وہ فرقِ ناز محوِ بالشِ کمخواب تھا

یان نفس کرتا تھا روشن شمعِ بزمِ بیخودی
جلوۂ گل وان بساطِ صحبتِ احباب تھا

فرش سے تا عرش وان طوفان تھا موجِ رنگ کا
یان زمین سے آسمان تک سوختن کا باب تھا

ناگہان اس رنگ سے خونابہ ٹپکانے لگا

۱۵ — دل کو ذوق کاوش ناخن سے لذت یاب تھا

نالۂ دل مین شب انداز اثر نایاب تھا — تھا سپند بزم وصل غیر گو بیتاب تھا
مقدم سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے — خانۂ عاشق مگر ساز صدائے آب تھا
نازش ایام خاکستر نشینی کیا کہون + — پہلوے اندیشہ وقف بستر سنجاب تھا
کچھ نکی اپنی جنون نارسا نے ورنہ یان — ذرہ ذرہ روکش خورشید عالمتاب تھا
آج کیون پروا نہین اپنی اسیرون کی تجھے — کل تلک تیرا بھی دل مہر و وفا کا باب تھا
یادکر وہ دن کہ ہر ایک حلقہ تیرے دام کا — انتظار صید مین اک دیدۂ بیخواب تھا

۱۶ — مین نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے
اوسکی سیل گریہ مین گردون کف سیلاب تھا

ایک ایک قطرہ کا مجھے دینا پڑا حساب — خون جگر ودیعت مژگان یار تھا
اب مین ہون اور ماتم یک شہر آرزو — توڑا جو تو نے آئینہ تمثال دار تھا
گلیون مین میری نعش کو کھینچے پھرو کہ مین — جان دادۂ ہواے سر رہگذار تھا
موج سراب دشت وفا کا نہ پوچھ حال — ہر ذرہ مثل جوہر تیغ آبدار تھا

۱۷ — کم جانتے تھے ہم بھی غم عشق کو پر اب
دیکھا تو کم ہوے پہ غم روزگار تھا

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا — آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا
گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی — در و دیوار سے ٹپکے ہے بیابان ہونا
واے دیوانگی شوق کہ ہر دم مجھکو + — آپ جانا اودھر اور آپ ہی حیران ہونا
جلوہ ازبسکہ تقاضاے نگہ کرتا ہے — جوہر آئینہ بھی چاہے ہے مژگان ہونا
عشرت قتل گہ اہل تمنا مت پوچھ — عید نظارہ ہے شمشیر کا عریان ہونا
لے گئے خاک مین ہم داغ تمناے نشاط + — تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستان ہونا

عشرت پارۂ دل زخم تمنا کھانا
لذت ریش جگر غرق نمکدان ہونا

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہاے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

حیف اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جس کی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

۱۸

شب خمار شوق ساقی رستخیز اندازہ تھا
تا محیط بادہ صورت خانۂ خمیازہ تھا

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا
جادہ اجزاے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

مانع وحشت خرامیہاے لیلی کون ہے
خانۂ مجنون صحرا گرد بے دروازہ تھا

پوچھ مت رسوائی انداز استغناے حسن
دست مرہون حنا رخسار رہن غازہ تھا

نالۂ دل نے دیے اوراق لخت دل بباد
یادگار نالہ اک دیوان بے شیرازہ تھا

۱۹

دوست غمخواری مین میری سعی فرماوینگے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جاوینگے کیا

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک
ہم کہین گے حال دل اور آپ فرماوینگے کیا

حضرت ناصح گر آوین دیدہ و دل فرش راہ
کوئی مجھکو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھاوینگے کیا

آج وان تیغ و کفن باندھے ہوے جاتا ہون مین
عذر میرے قتل کرنے مین وہ اب لاوینگے کیا

گر کیا ناصح نے ہمکو قید اچھا یون سہی
یہ جنون عشق کے انداز چھٹ جاوینگے کیا

خانہ زاد زلف ہین زنجیر سے بھاگین گے کیون
ہین گرفتار وفا زندان سے گھبراوینگے کیا

ہے اب اس معمورہ مین قحط غم الفت اسد
ہمنے یہ مانا کہ دلی مین رہین کھاوینگے کیا

۲۰

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ترے وعدہ پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غم عشق گر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

۲۱

ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

تجاہل پیشگی سے مدعا کیا
کہاں تک اے سراپا ناز کیا کیا

نوازش ہائے بیجا دیکھتا ہوں
شکایت ہائے رنگیں کا گلا کیا

نگاہ بے محابا چاہتا ہوں
تغافل ہائے تمکیں آزما کیا

فروغ شعلۂ خس یک نفس ہے
ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

نفس موج محیط بیخودی ہے
تغافل ہائے ساقی کا گلا کیا

دماغ عطر پیراہن نہیں ہے
غم آوارگی ہائے صبا کیا

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

محابا کیا ہے میں ضامن ادھر دیکھ
شہیدان نگہ کا خوں بہا کیا

سن اے غارتگر جنس وفا سن
شکست قیمت دل کی صدا کیا

کیا کس نے جگرداری کا دعویٰ
شکیب خاطر عاشق بھلا کیا

یہ قاتل وعدۂ صبر آزما کیوں
یہ کافر فتنۂ طاقت ربا کیا

بلا سے جان ہے غالب اوس کی ہر بات
عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا

۲۲

درخور قہر و غضب جب کوئی ہم سا نہوا
پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہوا

بندگی مین بھی وہ آزادہ و خود بین ہین کہ ہم
اولٹے پھر آئے در کعبہ اگر وا نہوا

سب کو مقبول ہے دعوی تری یکتائی کا
روبرو کوئی بت آئنہ سیما نہ ہوا

کم نہین نازش ہمنامی چشم خوبان
تیرا بیمار برا کیا ہے گر اچھا نہوا

سینہ کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا
خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہوا

نام کا میرے ہے جو دکھ کہ کسیکو نہ ملا
کام مین میرے ہی جو فتنہ کہ برپا نہوا

ہر بن مو سے دم ذکر نہ ٹپکے خون ناب
حمزہ کا قصہ ہوا عشق کا چرچا نہوا

قطرہ مین دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو مین کل
کھیل لڑکون کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

تھی خبر گرم کہ غالب کے اوڑینگے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

اسد ہم وہ جنون جولان گدای بیسر و پا ہین
کہ ہے سر پنجۂ مژگان آہو پشت خار اپنا

۲۳

پئے نذر کرم تحفہ ہے شرم نارسائی کا
بخون غلطیدۂ صد رنگ دعوی پارسائی کا

نہ ہو حسن تماشا دوست رسوا بیوفائی کا
بمہر صد نظر ثابت ہے دعوی پارسائی کا

زکات حسن دے اے جلوۂ بینش کہ مہر آسا
چراغ خانۂ درویش ہو کاسہ گدائی کا

نہ مارا جانکر بیجرم غافل تیری گردن پر
رہا مانند خون بیگنہ حق آشنائی کا

تمنائے زبان محو سپاس بیزبانی ہے
مٹا جس سے تقاضا شکوۂ بیدست و پائی کا

وہی اک بات ہی جو یان نفس وان نکہت گل ہے
چمن کا جلوہ باعث ہے مری رنگین نوائی کا

دہان ہر بت پیغارہ جو زنجیر رسوائی
عدم تک بیوفا چرچا ہے تیری بیوفائی کا

مدعی نامہ کو تو اتنا طول غالب مختصر لکھدے
کہ حسرت سنج ہون عرض ستمہاے جدائی کا

گر نہ اندوہ شب فرقت بیان ہوجاے گا
بے تکلف داغ مہ مہر دہان ہوجاے گا

زہرہ گر ایسا ہی شام ہجر مین ہوتا ہے آب
پرتو مہتاب سیل خانمان ہوجاے گا

لے تو لون سوتے مین اوسکی پانون کا بوسہ مگر
ایسی باتون سے وہ کافر بدگمان ہوجاے گا

دل کو ہم صرف وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا
یعنی یہ پہلے ہی نذر امتحان ہوجاے گا

سب کے دل مین ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا
مجھپہ گویا اک زمانہ مہربان ہوجاے گا

گر نگاہ گرم فرماتی رہی تعلیم ضبط
شعلہ خس مین جیسے خون رگ مین نہان ہوجایگا

باغ مین مجھکو نہ لیجا ورنہ میرے حال پر
ہر گل تر ایک چشم خونفشان ہوجاے گا

واے گر میرا ترا انصاف محشر مین نہ ہو
اب تلک تو یہ توقع ہے کہ وان ہوجاے گا

فائدہ کیا سوچ آخر تو بھی دانا ہے اسد
دوستی نادان کی ہے جی کا زیان ہوجایگا

درد منت کش دوا نہ ہوا
مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو
اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

ہم کہان قسمت آزمانے جائین
تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

کتنے شیرین ہین تیری لب کہ رقیب
گالیان کھا کے بے مزا نہ ہوا

ہے خبر گرم اونکے آنے کی
آج ہی گھر مین بوریا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی مین مرا بھلا نہ ہوا

جان دی دی ہوئی اوسیکی تھی
حق تو یون ہے کہ حق ادا نہ ہوا

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما
کام گر رک گیا روا نہ ہوا

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے
لیکے دل دلستان روانہ ہوا

۲۶ھ

کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

گلا ہے شوق کو دل میں بھی تنگئ جا کا
گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا

یہ جانتا ہوں کہ تو اور پاسخ مکتوب
مگر ستم زدہ ہوں ذوق خامہ فرسا کا

حنائے پائے خزاں ہے بہار اگر ہے یہی
دوام کلفت خاطر ہے عیش دنیا کا

غم فراق میں تکلیف سیر باغ نہ دو
مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا

ہنوز محرمئ حسن کو ترستا ہوں
کرے ہے ہر بن مو کام چشم بینا کا

دل اوسکو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے
ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا

نہ کہہ کہ گریہ بمقدار حسرت دل ہے
مری نگاہ میں ہے جمع و خرچ دریا کا

۲۷ھ

فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اوسکو یاد اسد
جفا میں اوسکی ہے انداز کارفرما کا

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا
خط جام مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا

اعتبار عشق کی خانہ خرابی دیکھنا
غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا

۲۸ھ

مطلع

جب بتقریب سفر یار نے محمل باندھا
تپش شوق نے ہر ذرہ پہ اک دل باندھا

اہل بینش نے بحیرت کدۂ شوخی ناز
جوہر آئینہ کو طوطئ بسمل باندھا

یاس و امید نے یک عربدہ میداں مانگا
عجز ہمت نے طلسم دل سائل باندھا

۲۹ھ

نہ بندھے تشنگئ ذوق کے مضموں غالب
گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

میں اور بزم مے سے یوں تشنہ کام آؤں
گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

ہے ایک تیر جس میں دونوں چھدے پڑے ہیں
وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا

۳۰

درماندگی میں غالب کچھ بن پڑے تو جانوں
جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویران ہوتا
بحر گر بحر نہ ہوتا تو بیابان ہوتا

تنگی دل کا گلا کیا یہ وہ کافر دل ہے
کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشان ہوتا

۳۱

بعد یک عمر ورع بار تو دیتا باری
کاش رضوان ہی در یار کا دربان ہوتا

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

ہوا جب غم سے یوں بیحس تو غم کیا سر کے کٹنے کا
نہ ہوتا گر جدا تن سے تو زانو پر دھرا ہوتا

۳۲

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا

یک ذرہ زمین نہیں بیکار باغ کا
یاں جادہ بھی فتیلہ ہے لالہ کے داغ کا

بے مے کسے ہے طاقت آشوب آگہی
کھینچا ہے عجز حوصلہ نے خط ایاغ کا

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل
کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

تازہ نہیں ہے نشۂ فکر سخن مجھے
تریاکی قدیم ہوں دود چراغ کا

سو بار بند عشق سے آزاد ہم ہوئے
پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا

بیخون دل ہے چشم میں موج نگہ غبار
یہ میکدہ خراب ہے مے کے سراغ کا

۳۳

باغ شگفتہ تیرا بساط نشاط دل
ابر بہار خمکدہ کس کے دماغ کا

وہ میری چین جبین سے غم پنہان سمجھا
راز مکتوب بہ بے ربطی عنوان سمجھا

یک الف بیش نہیں صیقل آئینہ ہنوز
چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریبان سمجھا

شرح اسباب گرفتاری خاطر مت پوچھ
اسقدر تنگ ہوا دل کہ میں زندان سمجھا

بدگمانی نے نہ چاہا اوسے سرگرم خرام
رخ پہ ہر قطرۂ عرق دیدۂ حیران سمجھا

عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا
نبض خس سے تپش شعلۂ سوزان سمجھا

سفر عشق مین کی ضعف نے راحت طلبی
ہر قدم سایہ کو مین اپنے شبستان سمجھا

تھا گریزان مژۂ یار سے دل تا دم مرگ
دفع پیکان قضا اس قدر آسان سمجھا

دل دیا جان کے کیون اوسکو وفادار اسد
غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا

۳۴

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا
دل جگر تشنۂ فریاد آیا

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقت سفر یاد آیا

سادگیہای تمنا یعنے
پھر وہ نیرنگ نظر یاد آیا

عذر واماندگی اے حسرت دل
نالہ کرتا تھا جگر یاد آیا

زندگی یون بھی گذر ہی جاتی
کیون ترا راہگزر یاد آیا

کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی
گھر ترا خلد مین گر یاد آیا

آہ وہ جرأت فریاد کہان
دل سے تنگ آکے جگر یاد آیا

پھر ترے کوچہ کو جاتا ہے خیال
دل گم گشتہ مگر یاد آیا

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

مین نے مجنون پہ لڑکپن مین اسد
سنگ اوٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

۳۵

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا
آپ آتے تھے مگر کوئی عنان گیر بھی تھا

تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلا
اوس مین کچھ شائبۂ خوبی تقدیر بھی تھا

تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دون
کبھی فتراک مین تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

قید مین ہے ترے وحشی کو وہی زلف کی یاد
ہان کچھ اک رنج گرانباری زنجیر بھی تھا

بجلی اک کوند گئی آنکھون کے آگے تو کیا — بات کرتے کہ مین لب تشنۂ تقریر بھی تھا
یوسف اوسکو کہون اور کچھ نہ کہی خیر ہوئی — گر بگڑ بیٹھے تو مین لائق تعزیر بھی تھا
دیکھکر غیر کو ہو کیون نہ کلیجا ٹھنڈا — نالہ کرتا تھا ولی طالب تاثیر بھی تھا
پیشہ مین عیب نہین رکھیے نہ فرہاد کو نام — ہم ہی آشفتہ سرون مین وہ جوانمیر بھی تھا
ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی — آخر اوس شوخ کی ترکش مین کوئی تیر بھی تھا
پکڑے جاتے ہین فرشتون کے لکھے پر ناحق — آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

٣٦

ریختی کے تمہین استاد نہین ہو غالب
کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

لب خشک در تشنگی مردگان کا — زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا

٣٧

ہمہ ناامیدی ہمہ بدگمانی
مین دل ہون فریب وفا خوردگان کا

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہوا تھا — اورون پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہوا تھا
چھوڑا مہ نخشب کی طرح دست قضا نے — خورشید ہنوز اوسکے برابر نہوا تھا
توفیق باندازہ ہمت ہے ازل سے — آنکھون مین ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہوا تھا
جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم — مین معتقد فتنۂ محشر نہوا تھا
مین سادہ دل آزردگی یار سے خوش ہون — یعنے سبق شوق مکرر نہوا تھا
دریاے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک — میرا سر دامن بھی ابھی تر نہوا تھا

٣٨

جاری تھی اسد داغ جگر سے مری تحصیل
آتشکدہ جاگیر سمندر نہوا تھا

شب کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا — رشتۂ ہر شمع خار کسوت فانوس تھا
مشہد عاشق سے کوسون تک جو اگتی ہے حنا — کسقدر یارب ہلاک حسرت پابوس تھا

حاصل الفت نہ دیکھا جز شکست آرزو | دل بدل پیوستہ گویا یک لب افسوس تھا

۳۹
کیا کہون بیماری غم کی فراغت کا بیان
جو کہ کھایا خون دل بے منت کیموس تھا

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے | صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

۴۰
قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے
اوسکی خطا نہین ہے یہ میرا قصور تھا

عرض نیاز عشق کے قابل نہین رہا | جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا
جاتا ہون داغ حسرت ہستی لیے ہوئے | ہون شمع کشتہ درخور محفل نہین رہا
مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ مین | شایان دست و بازوے قاتل نہین رہا
بر روے شش جہت در آئینہ باز ہے | یان امتیاز ناقص و کامل نہین رہا
وا کر دیے ہین شوق نے بند نقاب حسن | غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہین رہا
گو مین رہا رہین ستمہاے روزگار | لیکن ترے خیال سے غافل نہین رہا
دل سے ہواے کشت وفا مٹ گئی کہ وان | حاصل سواے حسرت حاصل نہین رہا

۴۱
بیداد عشق سے نہین ڈرتا مگر اسد
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

رشک کہتا ہے کہ اوسکا غیر سے اخلاص حیف | عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا
ذرہ ذرہ ساغر میخانۂ نیرنگ ہے | گردش مجنون بچشمکہاے لیلا آشنا
شوق ہے سامان طراز نازش ارباب عجز | ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا
شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہ رہنا چاہیے | میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا
مین اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے | عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا
کوہکن نقاش یک تمثال شیرین تھا اسد | سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

ذکر اوس پری وش کا اور پھر بیان اپنا
بن گیا رقیب آخر تھا جو رازدان اپنا

مے وہ کیون بہت پیتے بزم غیر مین یارب
آج ہی ہوا منظور اونکو امتحان اپنا

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
عرش سے ادھر ہوتا کاشکے مکان اپنا

دے وہ جسقدر ذلت ہم ہنسی مین ٹالینگے
بارے آشنا نکلا اونکا پاسبان اپنا

درد دل لکھون کب تک جاون اونکو دکھلاون
اونگلیان فگار اپنی خامہ خون چکان اپنا

گھستے گھستے مٹ جاتا آپنے عبث بدلا
ننگ سجدہ سے میرے سنگ آستان اپنا

تا کرے نہ غمازی کر لیا ہے دشمن کو
دوست کی شکایت مین ہمنے ہمزبان اپنا

۴۳
ہم کہان کے دانا تھے کس ہنر مین یکتا تھے
بے سبب ہوا غالب دشمن آسمان اپنا

سرمۂ مفت نظر ہون مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

۴۴
رخصت نالہ مجھے دے کہ مبادا ظالم
تیرے چہرے سے ہو ظاہر غم پنہان میرا

غافل بوہم ناز خود آرا ہے ورنہ یان
بے شانۂ صبا نہین طرہ گیاہ کا

بزم قدح سے عیش تمنا نرکھ کہ رنگ
صید ز دام جستہ ہے اس دامگاہ کا

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے
شرمندگی سے عذر نکرنا گناہ کا

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہون مین کہ ہے
پرگل خیال زخم سے دامن نگاہ کا

۴۵
جان در ہوائے یک نگہ گرم ہے اسد
پروانہ ہے وکیل ترے دادخواہ کا

جور سے باز آئے پر باز آئین کیا
کہتے ہین ہم تجھکو منہ دکھلائین کیا

رات دن گردش مین ہین سات آسمان
ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھبرائین کیا

لاگ ہو تو اوسکو ہم سمجھین لگاؤ
جب نہو کچھ بھی تو دھوکا کھائین کیا

ہو لیے کیوں نامہ بر کے ساتھ ساتھ
یارب اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا

موج خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا

عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ
مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

مقطع

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینۂ باد بہاری کا

مقطع

حریفِ جوششِ دریا نہیں خود داری ساحل
جہاں ساقی ہو تو باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

تجھ سے قسمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا

دل ہوا کشمکشِ چارۂ زحمت میں تمام
مٹ گیا گھسنے میں اس عقدہ کا وا ہو جانا

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اسقدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا

ضعف سے گریہ مبدل بدمِ سرد ہوا
باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا

دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال
ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

ہے مجھے ابرِ بہاری کا برس کر کھلنا
روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا

گر نہیں نکہتِ گل کو ترے کوچہ کی ہوس
کیوں ہے گردِ رہِ جولانِ صبا ہو جانا

تاکہ تجھ پر کھلے اعجازِ ہوائے صیقل
دیکھ برسات میں سبز آئینہ کا ہو جانا

بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب
چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا

مقطع

باب الباء

پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب
دے بطِ مے کو دل و دستِ شنا موجِ شراب

پوچھ مت وجہِ سیہ مستیِ اربابِ چمن
سایۂ تاک میں ہوتی ہے ہوا موجِ شراب

جو ہوا غرقۂ مے بختِ رسا رکھتا ہے
سر سے گذرے پہ بھی ہے بالِ ہما موجِ شراب

ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے اگر
موجِ ہستی کو کرے فیضِ ہوا موجِ شراب

چار موج اٹھتی ہے طوفانِ طرب سے ہر سو
موجِ گل موجِ شفق موجِ صبا موجِ شراب

جس قدر روحِ نباتی ہے جگر تشنۂ ناز
دے ہے تسکین بدمِ آبِ بقا موجِ شراب

بسکہ دوڑے ہے رگِ تاک میں خون ہو ہو کر
شہپرِ رنگ سے ہے بال کشا موجِ شراب

موجۂ گل سے چراغاں ہے گذرگاہِ خیال
ہے تصور میں زبس جلوہ نما موجِ شراب

نشہ کے پردے میں ہے محوِ تماشائے دماغ
بسکہ رکھتی ہے سرِ نشو و نما موجِ شراب

ایک عالم پہ ہیں طوفانیِ کیفیتِ فصل
موجۂ سبزۂ نوخیز سے تا موجِ شراب

شرحِ ہنگامۂ ہستی ہے زہے موسمِ گل
رہبرِ قطرہ بدریا ہے خوشا موجِ شراب

ہوش اڑتے ہیں مرے جلوۂ گل دیکھ اسد
پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب

باب التاء

افسوس کہ دندان کا کیا رزق فلک نے
جن لوگوں کی تھی درخورِ عقدِ گہر انگشت

کافی ہے نشانی تری چھلے کا نہ دینا
خالی مجھے دکھلا کے بوقتِ سفر انگشت

لکھتا ہوں اسد سوزشِ دل سے سخنِ گرم
تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پہ انگشت

رہا گر کوئی تا قیامت سلامت
پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

جگر کو مرے عشقِ خوں نابہ مشرب
لکھے ہے خداوندِ نعمت سلامت

علی الرغم دشمن شہیدِ وفا ہون
مبارک مبارک سلامت سلامت

نہین گر سر و برگ ادراک معنی
تماشائے نیرنگ صورت سلامت

۵۱

مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین غالب
یار لائے مری بالین پہ اوسے پر کس وقت

آمدِ خط سے ہوا ہے سرد جو بازارِ دوست
دودِ شمعِ کشتہ تھا شاید خطِ رخسارِ دوست

اے دلِ ناعاقبت اندیش ضبطِ شوق کر
کون لا سکتا ہے تابِ جلوۂ دیدارِ دوست

خانہ ویران سازیِ حیرت تماشا کیجیے
صورتِ نقشِ قدم ہون رفتۂ رفتارِ دوست

عشق مین بیدادِ رشکِ غیر نے مارا مجھے
کشتۂ دشمن ہون آخر گرچہ تھا بیمارِ دوست

چشمِ ما روشن کہ اوس بیدرد کا دل شاد ہے
دیدۂ پر خون ہمارا ساغرِ سرشارِ دوست

غیر یون کرتا ہے میری پرسش اوسکی ہجر مین
بے تکلف دوست ہو جیسے کوئی غمخوارِ دوست

تاکہ مین جانون کہ ہے اسکی رسائی وان تلک
مجکو دیتا ہے پیامِ وعدۂ دیدارِ دوست

جبکہ مین کرتا ہون اپنا شکوۂ ضعفِ دماغ
سر کرے ہے وہ حدیثِ زلفِ عنبر بارِ دوست

چپکے چپکے مجکو روتے دیکھ پاتا ہے اگر
ہنس کے کرتا ہے بیانِ شوخیِ گفتارِ دوست

مہربانیہائے دشمن کی شکایت کیجیے
یا بیان کیجیے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست

یہ غزل اپنی مجھے جی سے پسند آتی ہے آپ
ہے ردیفِ شعر مین غالب ز بس تکرارِ دوست

باب الجیم

۵۲

گلشن مین بندوبست برنگِ دگر ہے آج
قمری کا طوق حلقۂ بیرونِ در ہے آج

آتا ہے ایک پارۂ دل ہر فغان کے ساتھ
تارِ نفس کمندِ شکارِ اثر ہے آج

ای عافیت کنارہ کر ای انتظام چل
سیلاب گریہ درپئے دیوار و در ہے آج

لو ہم مریض عشق کے بیمار دار ہیں + اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج

باب جیم فارسی

۵۳

نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ
اگر شراب نہیں انتظار ساغر کھینچ

کمال گرمی سعی تلاش دید نہ پوچھ
برنگ خار مرے آئینہ سے جوہر کھینچ

تجھے بہانۂ راحت ہے انتظار اے دل
کیا ہے کسنے اشارہ کہ ناز بستر کھینچ

تری طرف ہے بہ حسرت نظارۂ نرگس
بکوری دل و چشم رقیب ساغر کھینچ

بہ نیم غمزہ ادا کر حق ودیعت ناز
نیام پردۂ زخم جگر سے خنجر کھینچ

مرے قدح میں ہے صہبائے آتش پنہاں
بروئے سفرہ کباب دل سمندر کھینچ

باب الدال

۵۴

حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد
بارے آرام سے ہیں اہل جفا میرے بعد

منصب شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا
ہوئی معزولی انداز و ادا میرے بعد

شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے
شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

خوں ہے دل خاک میں احوال بتاں پر یعنی
انکے ناخن ہوئے محتاج حنا میرے بعد

درخور عرض نہیں جوہر بیداد کو جا
نگہ ناز ہے سرمے سے خفا میرے بعد

ہے جنوں اہل جنوں کے لئے آغوش وداع
چاک ہوتا ہے گریباں سے جدا میرے بعد

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق
ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

غم سے مرتا ہون کہ اتنا نہین دنیا مین کوئی
کہ کرے تعزیت مہر و وفا میرے بعد

آئے ہے بیکسی عشق پہ رونا غالب
کسکے گھر جائےگا سیلاب بلا میرے بعد

باب الراء

۵۵

بلا سے ہین جو یہ پیش نظر در و دیوار
نگاہ شوق کو ہین بال و پر در و دیوار

وفور اشک نے کاشانہ کا کیا یہ رنگ
کہ ہوگئی مری دیوار و در در و دیوار

نہین ہے سایہ کہ سنکر نوید مقدم یار
گئے ہین چند قدم پیشتر در و دیوار

ہوئی ہے کس قدر ارزانی مے جلوہ
کہ مست ہے ترے کوچہ مین ہر در و دیوار

جو ہے تجھے سر سودائے انتظار تو آ
کہ ہین دکان متاع نظر در و دیوار

ہجوم گریہ کا سامان کب کیا مین نے
کہ گر پڑے نہ مرے پانون پر در و دیوار

وہ آرہا مرے ہمسایہ مین تو سایہ سے
ہوئے فدا در و دیوار پر در و دیوار

نظر مین کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی
ہمیشہ روتے ہین ہم دیکھکر در و دیوار

نہ پوچھ بیخودی عیش مقدم سیلاب
کہ ناچتے ہین پڑے سر بسر در و دیوار

نہ کہہ کسی سے کہ غالب نہین زمانہ مین
حریف راز محبت مگر در و دیوار

۵۶

گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر
جانیگا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر

کہتے ہین جب رہی نہ مجھے طاقت سخن
جانون کسی کے دل کی مین کیونکر کہے بغیر

کام اوس سے آپڑا ہے کہ جسکا جہان مین
لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر

جی مین ہی کچھ نہین ہے ہمارے وگرنہ ہم
سر جائے یا رہے نہ رہین پر کہے بغیر

چھوڑونگا مین نہ اوس بت کافر کا پوجنا
چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر

مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو مین کام
چلتا نہین ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو + بنتی نہین ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

بہرا ہون مین تو چاہیے دونا ہو التفات + سنتا نہین ہون بات مکرر کہے بغیر

غالب نہ کر حضور مین تو بار بار عرض
ظاہر ہے تیرا حال سب اون پر کہے بغیر

۵۷

کیون جل گیا نہ تاب رخ یار دیکھکر + جلتا ہون اپنی طاقت دیدار دیکھکر

آتش پرست کہتے ہین اہل جہان مجھے + سرگرم نالہاے شرر بار دیکھکر

کیا آبروے عشق جہان عام ہو جفا + رکتا ہون تمکو بے سبب آزار دیکھکر

آتا ہے میرے قتل کو پر جوش رشک سے + مرتا ہون اوسکے ہاتھ مین تلوار دیکھکر

ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق + لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھکر

وا حسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ + ہمکو حریص لذت آزار دیکھکر

بک جاتے ہین ہم آپ متاع سخن کے ساتھ + لیکن عیار طبع خریدار دیکھکر

زنار باندھ سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال + رہرو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھکر

ان آبلون سے پانون کے گھبرا گیا تھا مین + جی خوش ہوا ہے راہ کو پرخار دیکھکر

کیا بدگمان ہے مجھسے کہ آئینہ مین مرے + طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھکر

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر + دیتے ہین بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر

سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا
یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھکر

۵۸

لرزتا ہے مرا دل زحمت مہر درخشان پر + مین ہون وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خار بیابان پر

نہ چھوڑی حضرت یوسف نے یہان بھی خانہ آرائی + سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہے زندان پر

فنا تعلیم درس بیخودی ہون اوس زمانہ سے + کہ مجنون لام الف لکھتا تھا دیوار دبستان پر

فراغت کسقدر رہتی مجھے تشویش مرہم سے + بہم گر صلح کرتے پارہاے دل نمکدان پر

نہین اقلیم الفت مین کوئی طومار ناز ایسا
کہ پشت چشم سے جس کے نہووے مہر عنوان پر

مجھے اب دیکھکر ابر شفق آلودہ یاد آیا
کہ فرقت مین تری آتش برستی تھی گلستان پر

بجز پرواز شوق ناز کیا باقی رہا ہوگا
قیامت اک ہوائے تند ہے خاک شہیدان پر

نلڑ ناصح سے غالب کیا ہوا گر اوسنے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر
۵۹

ہے بسکہ ہر اک اونکے اشارے مین نشان اور
کرتے ہین محبت تو گذرتا ہے گمان اور

یارب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھینگے مری بات
دے اور دل اونکو جو نہ دے مجکو زبان اور

ابرو سے ہے کیا اوس نگہ ناز کو پیوند
ہے تیر مقرر مگر اسکی ہے کمان اور

تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم جب اوٹھینگے
لے آئینگے بازار سے جاکر دل وجان اور

ہر چند سبکدست ہوے بت شکنی مین
ہم ہین تو ابھی راہ مین ہے سنگ گران اور

ہے خون جگر جوش مین دل کھول کے روتا
ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشان اور

مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اوڑ جاے
جلاد کو لیکن وہ کہے جاتے ہین کہ ہان اور

لوگونکو ہے خورشید جہانتاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہون مین اک داغ نہان اور

لیتا نہ اگر دل تمھین دیتا کوئی دم چین
کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغان اور

پاتے نہین جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے روان اور

ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے
کہتے ہین کہ غالب کا ہے انداز بیان اور
۶۰

صفائی حیرت آئینہ ہے سامان زنگ آخر
تغیر آب برجا ماندہ کا پاتا ہے رنگ آخر

نکی سامان عیش وجاہ نے تدبیر وحشت کی
ہوا جام زمرد بھی مجھے داغ پلنگ آخر
۶۱

جنون کی دستگیری کس سے ہوگر ہو نہ عریانی
گریبان چاک کا حق ہوگیا ہے میری گردن پر

بہ رنگ کاغذ آتش زدہ نیرنگ بیتابی
ہزار آئینہ دل باندھے ہے بال یک تپیدن پر

فلک سے ہمکو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے
متاع بردہ کو سمجھے ہوئے ہین قرض رہزن پر

ہم اور وہ بے سبب رنج آشنا دشمن کہ رکھتا ہے
شعاع مہر سے تہمت نگہ کی چشم روزن پر

فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا
فروغ طالع خاشاک ہے موقوف گلخن پر

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

ف ۶۲

ستمکش مصلحت سے ہون کہ خوبان تجھپہ عاشق ہین
تکلف برطرف ملجائے گا تجھسا رقیب آخر

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور
تنہا گئے کیون اب رہو تنہا کوئی دن اور

مٹ جائیگا سر گر ترا پتھر نہ گھسے گا
ہون در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤن
مانا کہ ہمیشہ نہین اچھا کوئی دن اور

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملینگے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

ہان اے فلک پیر جوان تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

تم ماہ شب چاردہم تھے مرے گھر کے
پھر کیون نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور

تم کون سے تھے ایسے کھرے داد و ستد کے
کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجھسے تمہین نفرت سہی نیر سے لڑائی
بچون کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

گذری نہ بہرحال یہ مدت خوش و ناخوش
کرنا تھا جوان مرگ گذارا کوئی دن اور

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیون جیتے ہین غالب
قسمت مین ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

ف ۶۳

باب الزا

نا ہم مجھے تھا ان کہ مانند صبح و مہر
ہے داغ عشق زینت جیب کفن ہنوز

ہے ناز مفلسان زر از دست رفتہ پر
ہون گلفروش شوخی داغ کہن ہنوز

میخانہ جگر مین یہان خاک بھی نہین
خمیازہ کھینچے ہے بت بیداد فن ہنوز

۶۴

حریف مطلب مشکل نہین فسون نیاز
دعا قبول ہو یارب کہ عمر خضر دراز

نہو بہرزہ بیابان نورد وہم وجود
ہنوز تیرے تصور مین ہین نشیب و فراز

وصال جلوہ تماشا ہے پہ دماغ کہان
کہ دیجیے آئینہ انتظار کو پرواز

ہر ایک ذرہ عاشق ہے آفتاب پرست
گئی نہ خاک ہوے پہ ہوائے جلوہ ناز

نپوچھہ وسعت میخانہ جنون غالب
جہان یہ کاسہ گردون ہے ایک خاک انداز

۶۵

وسعت سعی کرم دیکھہ کہ سرتاسر خاک
گذرے ہے آبلہ پا ابر گہربار ہنوز

یکقلم کاغذ آتش زدہ ہے صفحہ دشت
نقش پا مین ہے تپ گرمی رفتار ہنوز

کیونکر اوس بت سے رکھون جان عزیز
کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز

دل سے نکلا پہ نکلا دل سے
ہے ترے تیر کا پیکان عزیز

تاب لاتے ہی بنیگی غالب
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

۶۶

نہ گل نغمہ ہون نہ پردہ ساز
مین ہون اپنی شکست کی آواز

تو اور آرایش خم کاکل
مین اور اندیشہاے دور دراز

لاف تمکین فریب سادہ دلی
ہم ہین اور راز ہاے سینہ گداز

ہون گرفتار الفت صیاد
ورنہ باقی ہے طاقت پرواز

وہ بھی دن ہو کہ اوس ستمگر سے
ناز کھینچون بجاے حسرت ناز

نہین دلمین مرے وہ قطرہ خون
جس سے مژگان ہوئی نہو گلباز

اے ترا غمزہ یکقلم انگیز
اے ترا ظلم سربسر انداز

تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو
ریزش سجدہ جبین نیاز

مجکو پوچھا تو کچھہ غضب نہوا
مین غریب اور تو غریب انواز

اسد اللہ خان تمام ہوا
اے دریغا وہ رند شاہد باز

ردیف ۶۷ — باب سین مہملہ

مژدۂ ذوق اسیری کہ نظر آتا ہے — دام خالی قفس مرغ گرفتار کے پاس
جگر تشنۂ آزار تسلی نہ ہوا ++ — جوے خون ہمنے بہائی بن ہر خار کے پاس
مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین ہے ہے — خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس
مین بھی رک رک کے نہ مرتا جو زبان کے بدلے — دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غمخوار کے پاس
دہن شیر مین جا بیٹھیے لیکن اے دل — نکھڑے ہوجیے خوبان دل آزار کے پاس
دیکھکر تجھکو چمن بسکہ نمو کرتا ہے — خود بخود پہنچے ہے گل گوشۂ دستار کے پاس
مرگیا پھوڑ کے سر غالب وحشی ہے ہے — بیٹھنا اوسکا وہ آکر تری دیوار کے پاس

ردیف ۶۸ — باب شین معجمہ

نہ لیوے گر خس جوہر طراوت سبزۂ خط سے — لگاوے خانۂ آئینہ مین روے نگار آتش
فروغ حسن سے ہوتی ہے حل مشکل عاشق — نہ نکلے شمع کے پاسے نکلے گر نہ خار آتش

ردیف ۶۹ — باب عین مہملہ

ردیف ۷۰

جادۂ رہ خور کو وقت شام ہے تار شعاع
چرخ وا کرتا ہے ماہ نو سے آغوش وداع

رخ نگار سے ہے سوز جاودانی شمع — ہوئی ہے آتش گل آب زندگانی شمع
زبان اہل زبان مین ہے مرگ خاموشی — یہ بات بزم مین روشن ہوئی زبانی شمع
کرے ہے صرف بایماے شعلہ قصہ تمام — بطرز اہل فنا ہے فسانہ خوانی شمع
غم اسکو حسرت پروانہ کا ہے اے شعلہ — ترے لرزنے سے ظاہر ہے ناتوانی شمع

ترے خیال سے روح اہتزاز کرتی ہے
بہ جلوہ ریزی باد و بہ پرفشانی شمع

نشاط داغ غم عشق کی بہار نہ پوچھ
شگفتگی ہے شہید گل خزانی شمع

جلی ہے دیکھ کے بالین یار پر مجھکو
نہ کیوں ہو دل پہ مرے داغ بدگمانی شمع

باب الفا

ہم رقیب سے نہیں کرتے وداع ہوش
مجبور یاں تلک ہوے اے اختیار حیف

جلتا ہے دل کہ کیوں نہ ہم اکبار جل گئے
اے ناتمامی نفس شعلہ بار حیف

باب کاف تازی

زخم پر چھڑکیں کہاں طفلان بے پروا نمک
کیا مزا ہوتا اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک

گرد راہ یار ہے سامان ناز زخم دل
ورنہ ہوتا ہے جہاں میں کس قدر پیدا نمک

مجھکو ارزانی رہے تجھکو مبارک ہو جیو
نالۂ بلبل کا درد اور خندۂ گل کا نمک

شور جولان تھا کنار بحر پر کسکا کہ آج
گرد ساحل ہے بہ زخم موجۂ دریا نمک

داد دیتا ہے مرے زخم جگر کی واہ واہ
یاد کرتا ہے مجھے دیکھے ہے وہ جس جا نمک

چھوڑ کر جانا تن مجروح عاشق حیف ہے
دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگے ہیں اعضا نمک

غیر کی منت نہ کھینچونگا پے توقیر درد
زخم مثل خندۂ قاتل ہے سر تا پا نمک

یاد ہیں غالب تجھے وہ دن کہ وجد ذوق میں
زخم سے گرتا تو میں پلکوں سے چنتا تھا نمک

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہوتے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہوتے تک

دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گذرے ہے قطرہ پہ گہر ہوتے تک

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب
دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہوتے تک

ہمنے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن
خاک ہوجائینگے ہم تمکو خبر ہونے تک

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
مین بھی ہون ایک عنایت کی نظر ہونے تک

یک نظر بیش نہین فرصت ہستی غافل
گرمی بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ مین جلتی ہے سحر ہونے تک

باب کاف فارسی

گر تجھکو ہے یقین اجابت دعا نہ مانگ
یعنی بغیر یک دل بے مدعا نہ مانگ

آتا ہے داغ حسرت دل کا شمار یاد
مجھسے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

باب اللام

ہے کسقدر ہلاک فریب وفای گل
بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہای گل

آزادی نسیم مبارک کہ ہر طرف
ٹوٹے پڑے ہین حلقہ دام ہوای گل

جو تھا سو موج رنگ کے دھوکے مین مرگیا
اے وای نالہ لب خونین نوای گل

خوشحال اوس حریف سیہ مست کا کہ جو
رکھتا ہو مثل سایہ گل سر بپای گل

ایجاد کرتی ہے اسے تیرے لیے بہار
میرا رقیب ہے نفس عطرسای گل

شرمندہ رکھتے ہین مجھے باد بہار سے
مینای بے شراب و دل بے ہوای گل

سطوت سے تیرے جلوہ حسن غیور کی
خون ہے مری نگاہ مین رنگ ادای گل

تیرے ہی جلوہ کا ہے یہ دھوکا کہ آج تک
بے اختیار دوڑے ہے گل درقفای گل

غالب مجھے ہے اوس سے ہم آغوشی آرزو
جسکا خیال ہے گل جیب قبای گل

باب المیم

غم نہین ہوتا ہے آزادونکو بیش از یکنفس
برق سے کرتے ہین روشن شمع ماتم خانہ ہم

محفلین برہم کرے ہے گنجفہ باز خیال
ہین ورق گردانی نیرنگ یک بتخانہ ہم

باوجود یک جہان ہنگامہ پیدائی نہین
ہین چراغان شبستان دل پروانہ ہم

ضعف سے ہے نے قناعت سو یہ ترک جستجو
ہین وبال تکیہ گاہ ہمت مردانہ ہم +

دائم الحبس اس مین ہین لاکھون تمنائین اسد
جانتے ہین سینۂ پرخون کو زندان خانہ ہم

بنالہ حاصل دلبستگی فراہم کر
متاع خانۂ زنجیر جز صدا معلوم

غه

مجھکو دیار غیر مین مارا وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

وہ حلقہہاے زلف کمین مین ہین اے خدا
رکھ لیجیو میرے دعوی وارستگی کی شرم

باب النون

غه

ہون وام بخت خندہ سے یک آب نوش وے
غالب یہ خوف ہے کہ کہان سے ادا کرون

غه

وہ فراق اور وہ وصال کہان
وہ شب و روز و ماہ و سال کہان

فرصت کاروبار شوق کسے
ذوق نظارۂ جمال کہان

دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا
شور سوداے خط و خال کہان

تھی وہ ایک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائی خیال کہان

ایسا آسان نہین لہو رونا
دل مین طاقت جگر مین حال کہان

ہمسے چھوٹا قمار خانۂ عشق +
وان جو جاوین گرہ مین مال کہان

فکر دنیا مین سر کھپاتا ہون
مین کہان اور یہ وبال کہان

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب
وہ عناصر میں اعتدال کہاں

کی وفا ہم سے تو غیر اسکو جفا کہتے ہیں
ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

آج ہم اپنی پریشانیٔ خاطر ان سے
کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھیے کیا کہتے ہیں

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو
جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں

دل میں آجائے ہے ہوتی ہے جو فرصت غش سے
اور پھر کون سے نالہ کو رسا کہتے ہیں

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

پائے افگار پہ جب سے تجھے رحم آیا ہے
خار رہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہیں

اک شرر دل میں ہے اس سے کوئی گھبرائیگا کیا
آگ مطلوب ہے ہمکو جو ہوا کہتے ہیں

دیکھیے لاتی ہے اس شوخ کی نخوت کیا رنگ
اوسکی ہر بات پہ ہم نام خدا کہتے ہیں

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہویں شاید
مر گیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہیں

آبرو کیا خاک اوس گل کی کہ گلشن میں نہیں
ہے گریبان ننگ پیراہن جو دامن میں نہیں

ضعف سے اے گریہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں
رنگ ہو کر اوڑ گیا جو خون کہ دامن میں نہیں

ہو گئے ہیں جمع اجزائے نگاہ آفتاب
ذرے اوسکے گھر کی دیواروں کے روزن میں نہیں

کیا کہوں تاریکی زندان غم اندھیر ہے
پنبہ نور صبح سے کم جسکے روزن میں نہیں

رونق ہستی ہے عشق خانہ ویران ساز سے
انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن میں نہیں

زخم سلوانے سے مجھپر چارہ جوئی کا ہے طعن
غیر سمجھا ہے کہ لذت زخم سوزن میں نہیں

بسکہ ہم ہیں اک بہار ناز کے مارے ہوئے
جلوۂ گل کے سوا گرد اپنے مدفن میں نہیں

قطرہ قطرہ اک ہیولے ہے نئے ناسور کا
خون بھی ذوق درد سے فارغ مرے تن میں نہیں

لیگئی ساقی کی نخوت قلزم آشامی مری
موج مے کی آج رگ مینا کی گردن میں نہیں

ہو فشارِ ضعف مین کیا ناتوانی کی نمود +
قد کے جھکنے کی بھی آسایش مرے تن مین نہین

تھی وطن مین شان کیا غالب کہ ہو غربت مین قدر
بے تکلف ہون وہ مشتِ خس کہ گلخن مین نہین

۸۲

عہدے سے مدحِ ناز کے باہر نہ آسکا
گر اک ادا ہو تو اُسے اپنی قضا کہون

حلقے ہین چشمہاے کشادہ بسوے دل
ہر تارِ زلف کو نگہِ سرمہ سا کہون

مین اور صد ہزار نواے جگر خراش
تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہون

ظالم مرے گمان سے مجھے منفعل نہ چاہ
ہے ہے خدا نکردہ تجھے بیوفا کہون

۸۳

مہربان ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت
مین گیا وقت نہین ہون کہ پھر آبھی نہ سکون

ضعف مین طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہے
بات کچھ سر تو نہین ہے کہ اُٹھا بھی نہ سکون

زہر ملتا ہی نہین مجھکو ستمگر ورنہ
کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکون

۸۴

ہمسے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایکدن
ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذرِ مستی ایکدن

غرۂ اوجِ بناے عالمِ امکان نہو +
اس بلندی کے نصیبون مین ہے پستی ایکدن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہان
رنگ لاوے گی ہماری فاقہ مستی ایکدن

نغمہاے غم کو بھی ایدل غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائیگا یہ سازِ ہستی ایکدن

دھول دھپا اُس سراپا ناز کا شیوا نہین
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایکدن

۸۵

ہم پہ جفا سے ترکِ وفا کا گمان نہین
اک چھیڑ ہے وگرنہ مراد امتحان نہین

کس منہہ سے شکر کیجیے اس لطفِ خاص کا
پرسش ہے اور پاے سخن درمیان نہین

ہمکو ستم عزیز ستمگر کو ہم عزیز
نامہربان نہین ہے اگر مہربان نہین

بوسہ نہین نہ دیجیے دشنام ہی سہی
آخر زبان تو رکھتے ہو تم گر دہان نہین

ہر چند جان گدازی قہر و عتاب ہے
ہر چند پشت گرمی تاب و توان نہین

جان مطرب ترانۂ ہل من مزید ہے
لب پردہ سنج زمزمۂ الامان نہین

خنجر سے چیر سینہ اگر دل نہو دو نیم
دل مین چھری چبھو مژہ گر خونچکان نہین

ہے ننگ سینہ دل اگر آتشکدہ نہو
ہے عار دل نفس اگر آذر فشان نہین

نقصان نہین جنون مین بلا سے ہو گھر خراب
سو گز زمین کے بدلے بیابان گران نہین

کہتے ہو کیا لکھا ہے ترے سرنوشت مین
گویا جبین پہ سجدۂ بت کا نشان نہین

پاتا ہون اوس سے داد کچھ اپنے کلام کی
روح القدس اگرچہ مرا ہم زبان نہین

۵۸۶
جان ہے بہای بوسہ ولے کیون کہے ابھی
غالب کو جانتا ہے کہ وہ نیمجان نہین

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہین
ایک چکر ہے مرے پانو مین زنجیر نہین

شوق اوس دشت مین دوڑاے ہے مجکو کہ جہان
جادہ غیر از نگہ دیدۂ تصویر نہین

حسرت لذت آزار رہی جاتی ہے
جادۂ راہ وفا جز دم شمشیر نہین

رنج نومیدی جاوید گوارا رہیو
خوش ہون گر نالہ زبونی کش تاثیر نہین

سر کھجاتا ہے جہان زخم سر اچھا ہو جاے
لذت سنگ باندازۂ تقریر نہین

جب کرم رخصت بیباکی و گستاخی دے
کوئی تقصیر بجز خجلت تقصیر نہین

۵۸۷
غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

مطلع

۵۸۸
مت مردمک دیدہ مین سمجھو یہ نگاہین
ہین جمع سویداے دل چشم مین آہین

بہ شگال گریہٴ عاشق ہے دیکھا چاہیئے
کھل گئی مانند گل سو جا سے دیوار چمن

الفت گل سے غلط ہے دعوے وارستگی
سرو ہے باوصف آزادی گرفتار چمن

۸۹

عشق تاثیر سے نومید نہین
جانسپاری شجر بید نہین

سلطنت دست بدست آئی ہے
جام مے خاتم جمشید نہین

ہے تجلی تری سامان وجود
ذرہ بے پرتو خورشید نہین

راز معشوق نہ رسوا ہو جاسے
ورنہ مرجانے مین کچھ بھید نہین

گردش رنگ طرب سے ڈر ہے
غم محرومی جاوید نہین

کہتے ہین جیتے ہین امید پہ لوگ
ہمکو جینے کی بھی امید نہین

۹۰

جہان تیرا نقش قدم دیکھتے ہین
خیابان خیابان ارم دیکھتے ہین

دل آشفتگان خال کنج دہن کے
سویدا مین سیر عدم دیکھتے ہین

ترے سرو قامت سے اک قد آدم
قیامت کے فتنہ کو کم دیکھتے ہین

تماشا کہ اے محو آئینہ داری
تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہین

سراغ تف نالہ داغ دل سے
کہ شبرو کا نقش قدم دیکھتے ہین

بنا کر فقیرونکا ہم بھیس غالب
تماشاے اہل کرم دیکھتے ہین

۹۱

ملتی ہے خوے یار سے نار التہاب مین
کافر ہون گر نہ ملتی ہو راحت عذاب مین

کب سے ہون کیا بتاؤن جہان خراب مین
شبہاے ہجر کو بھی رکھون گر حساب مین

تا پھر نہ انتظار مین نیند آئے عمر بھر
آنیکا عہد کر گئے آئے جو خواب مین

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھون
مین جانتا ہون جو وہ لکھین گے جواب مین

مجھ تک کب اونکی بزم مین آتا تھا دور جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب مین

جو منکر وفا ہو فریب اوسپہ کیا چلے
کیون بدگمان ہون دوست سے دشمن کے باب مین

مین مضطرب ہون وصل مین خوف رقیب سے
ڈالا ہی تمکو وہم نے کس پیچ و تاب مین

مین اور حظ وصل خدا ساز بات ہے
جان نذر دینی بھول گیا اضطراب مین

تیوری چڑہی ہوئی ہی جو اندر نقاب کے
ہی اک شکن پڑی ہوئی طرف نقاب مین

لاکھون لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا
لاکھون بناؤ ایک بگڑنا عتاب مین

وہ نالہ دل مین خس کے برابر جگہ نہ پائے
جس نالہ سے شگاف پڑے آفتاب مین

وہ سحر مدعا طلبی مین نہ کام آئے
جس سحر سے سفینہ روان ہو سراب مین

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہون روز ابر و شب ماہتاب مین

٩٢

کل کے لیے کر آج نہ خست شراب مین
یہ سوء ظن ہی ساقی کوثر کے باب مین

ہین آج کیون ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب مین

جان کیون نکلنے لگتی ہی تن سے دم سماع
گر وہ صدا سمائی ہی چنگ و رباب مین

رو مین ہی رخش عمر کہان دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہی رکاب مین

اوتنا ہی مجھکو اپنی حقیقت سے بعد ہے
جتنا کہ وہم غیر سے ہون پیچ و تاب مین

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیران ہون پھر مشاہدہ ہی کس حساب مین

ہی مشتمل نمود صور پر وجود بحر
یان کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب مین

شرم اک ادائے ناز ہی اپنے ہی سے سہی
ہین کتنے بے حجاب کہ ہین یون حجاب مین

آرائش جمال سے فارغ نہین ہنوز
پیش نظر ہے آئینہ دائم نقاب مین

ہی غیب غیب جسکو سمجھتے ہین ہم شہود
ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین

غالب ندیم دوست سے آتی ہی بوی دوست
مشغول حق ہون بندگی بوتراب مین

حیران ہون دل کو روؤن کہ پیٹون جگر کو مین
مقدور ہو تو ساتھ رکھون نوحہ گر کو مین

چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لون
ہر ایک سے پوچھتا ہون کہ جاؤن کدھر کو مین

جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار
ایکاش جانتا نہ ترے رہگذر کو مین

ہے کیا جو کس کے باندھیے میری بلا ڈرے
کیا جانتا نہین ہون تمہاری کمر کو مین

او وہ بھی کہتے ہین کہ یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو مین

چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہین ہون ابھی راہبر کو مین

خواہش کو احمقون نے پرستش دیا قرار
کیا پوجتا ہون اوس بت بیداد گر کو مین

پھر بیخودی مین بھول گیا راہ کوی یار
جاتا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کو مین

اپنے پہ کر رہا ہون قیاس اہل دہر کا
سمجھا ہون دلپذیر متاع ہنر کو مین

۹۴
غالب خدا کرے کہ سوار سمند ناز
دیکھون علی بہادر عالی گہر کو مین

ذکر میرا بہ بدی بھی اوسے منظور نہین
غیر کی بات بگڑ جاے تو کچھ دور نہین

وعدۂ سیر گلستان ہے خوشا طالع شوق
مژدۂ قتل مقدر ہے جو مذکور نہین

شاہد ہستی مطلق کی کمر ہے عالم
لوگ کہتے ہین کہ ہے پر ہمین منظور نہین

قطرہ اپنا بھی حقیقت مین ہے دریا لیکن
ہمکو تقلید تنک ظرفی منصور نہین

حسرت اے ذوق خرابی کہ وہ طاقت نرہی
عشق پر عربدہ کی گون تن رنجور نہین

مین جو کہتا ہون کہ ہم لینگے قیامت مین تمہین
کس رعونت سے وہ کہتے ہین کہ ہم حور نہین

ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو
تو تغافل مین کسی رنگ سے معذور نہین

صاف دردی کش پیمانۂ جم ہین ہم لوگ
واے وہ بادہ کہ افشردۂ انگور نہین

۹۵
ہون ظہوری کے مقابل مین خفائی غالب
میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہین

نالہ جز حسن طلب اے ستم ایجاد نہیں | ہے تقاضائے جفا شکوۂ بیداد نہیں
عشق و مزدوریٔ عشرت کدۂ خسرو کیا خوب | ہمکو تسلیم نکونامیٔ فرہاد نہیں
کم نہیں وہ بھی خرابی مین پہ وسعت معلوم | دشت مین ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہیں
اہل بینش کو ہے طوفان حوادث مکتب | لطمۂ موج کم از سیلیٔ استاد نہیں
وائے محرومیٔ تسلیم و بدا حال وفا | جانتا ہے کہ ہمین طاقت فریاد نہیں
رنگ تمکین گل و لالہ پریشان کیون ہے | گر چراغان سر رہگذر باد نہیں
سبد گل کے تلے بند کرے ہے گلچین | مژدہ اے مرغ کہ گلزار مین صیاد نہیں
نفی سے کرتی ہے اثبات تراوش گویا | دی ہے جائے دہن اسکو دم ایجاد نہیں
کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت | یہی نقشہ ہے ولی اسقدر آباد نہیں

ش ۹۶
کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب
تمکو بے مہریٔ یاران وطن یاد نہیں

دونون جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا | یان آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین
تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے | تیرا پتا نپائین تو ناچار کیا کرین

ش ۹۷
کیا شمع کے نہین ہین ہوا خواہ اہل بزم
ہو غم ہی جانگداز تو غمخوار کیا کرین

ہو گئی ہے غیر کی شیرین بیانی کارگر | عشق کا اسکو گمان ہم بے زبانون پر نہین
اتنا ثابت ہے کہ سن لیں کاوش قیس [illegible] | عجب تر وہ لوالون کی [illegible] نہین

ش ۹۸
دل نازک پہ اسکے رحم آتا ہے مجھے غالب
نکر سرگرم اس کافر کو الفت آزمانے مین

دل لگا کر لگ گیا اونکو بھی تنہا بیٹھنا | بارے اپنی بیکسی کی ہمنے پائی داد یان
ہین زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام | مہر گردون ہے چراغ رہگذار باد یان

یہ ہم جو ہجر مین دیوار و در کو دیکھتے ہین
کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہین

وہ آئے گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اونکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

نظر لگے نہ کہین اوسکے دست و بازو کو
یہ لوگ کیون مرے زخم جگر کو دیکھتے ہین

ترے جواہر طرف کلہ کو کیا دیکھین
ہم اوج طالع لعل و گہر کو دیکھتے ہین

نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین
شب فراق سے روز جزا زیاد نہین

کوئی کہے کہ شب مہ مین کیا برائی ہے
بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہین

جو آؤن سامنے اونکے تو مرحبا نہ کہین
جو جاؤن وان سے کہین کو تو خیر باد نہین

کبھی جو یاد بھی آتا ہون مین تو کہتے ہین
کہ آج بزم مین کچھ فتنہ و فساد نہین

علاوہ عید کے ملتی ہے اور دن بھی شراب
گدائے کوچۂ میخانہ نامراد نہین

جہان مین ہو غم و شادی بہم ہمین کیا کام
دیا ہے ہمکو خدا نے وہ دل کہ شاد نہین

تم اونکے وعدے کا ذکر اونسے کیون کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہین کہ یاد نہین

تیرے توسن کو صبا باندھتے ہین
ہم بھی مضمون کی ہوا باندھتے ہین

آہ کا کسنے اثر دیکھا ہے
ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہین

تیری فرصت کے مقابل اے عمر
برق کو پابہ حنا باندھتے ہین

قید ہستی سے رہائی معلوم
اشک کو بے سر و پا باندھتے ہین

نشۂ رنگ سے ہے واشد گل
مست کب بند قبا باندھتے ہین

غلطیہائے مضامین مت پوچھ
لوگ نالے کو رسا باندھتے ہین

اہل تدبیر کی واماندگیان
آبلون پر بھی حنا باندھتے ہین

سادہ پرکار ہین خوبان غالب
ہمسے پیمان وفا باندھتے ہین

مقطع

زمانہ سخت کم آزار ہے بجان اسد
وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہین

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہین ہون مین
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہین ہون مین

کیون گردش مدام سے گھبرا نجاے دل
انسان ہون پیالہ و ساغر نہین ہون مین

یارب زمانہ مجکو مٹاتا ہے کس لیے
لوح جہان پہ حرف مکرر نہین ہون مین

حد چاہیے سزا مین عقوبت کیواسطے
آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین

کسواسطے عزیز نہین جانتے مجھے
لعل و زمرد و زر و گوہر نہین ہون مین

رکھتے ہو تم قدم مری آنکھون سے کیون دریغ
رتبہ مین مہر و ماہ سے کمتر نہین ہون مین

کرتے ہو مجکو منع قدمبوس کس لیے
کیا آسمان کے بھی برابر نہین ہون مین

مقطع

غالب وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہین ہون مین

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین
خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین

یاد تھین ہمکو بھی رنگارنگ بزم آرائیان
لیکن اب نقش و نگار طاق نسیان ہوگئین

تھین بنات النعش گردون دن کو پردے مین نہان
شب کو انکے جی مین کیا آئی کہ عریان ہوگئین

قید مین یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر
لیکن آنکھین روزن دیوار زندان ہوگئین

سب رقیبون سے ہون ناخوش پر زنان مصر سے
ہے زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعان ہوگئین

جوے خون آنکھون سے بہنے دو کہ ہے شام فراق
مین یہ سمجھونگا کہ شمعین دو فروزان ہوگئین

ان پریزادون سے لینگے خلد مین ہم انتقام
قدرت حق سے یہی حورین اگر وان ہوگئین

نیند اوسکی ہے دماغ اوسکا ہے راتین اوسکی ہین
تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہوگئین

مین چمن مین کیا گیا گویا دبستان کھل گیا
بلبلین سنکر مرے نالے غزلخوان ہوگئین

وہ نگاہین کیون ہوئی جاتی ہین یارب دلکے پار
جو مری کوتاہی قسمت سے مژگان ہوگئین

بسکہ روکا مین نے اور سینے مین ابھرین پے بہ پے
میری آہین بخیۂ چاک گریبان ہوگئین

وان گیا بھی مین تو انکی گالیون کا کیا جواب
یاد تھین جتنی دعائین صرف دربان ہوگئین

جانفزا ہے بادہ جسکے ہاتہ مین جام آگیا
سب لکیرین ہاتہ کی گویا رگ جان ہوگئین

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہے ترک رسوم
ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہوگئین

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلین مجھپر پڑین اتنی کہ آسان ہوگئین

یون ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہان
دیکھنا ان بستیون کو تم کہ ویران ہوگئین

۱۰۴

دیوانگی سے دوش پہ زنار بھی نہین
یعنی ہماری جیب مین اک تار بھی نہین

دلکو نیاز حسرت دیدار کر چکے
دیکھا تو ہم مین طاقت دیدار بھی نہین

ملنا ترا اگر نہین آسان تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین

بے عشق عمر کٹ نہین سکتی ہے اور یان
طاقت بقدر لذت آزار بھی نہین

شوریدگی کے ہاتہ سے ہے سر وبال دوش
صحرا مین اے خدا کوئی دیوار بھی نہین

گنجایش عداوت اغیار یکطرف
یان دل مین ضعف سے ہوس یار بھی نہین

ڈر نالہاے زار سے میرے خدا کو مان
آخر نواے مرغ گرفتار بھی نہین

دل مین ہے یار کی صف مژگان سے روکشی
حالانکہ طاقت خلش خار بھی نہین

اس سادگی پہ کون نہ مر جاے اے خدا
لڑتے ہین اور ہاتہ مین تلوار بھی نہین

دیکھا اسد کو خلوت و جلوت مین بارہا
دیوانہ گر نہین ہے تو ہشیار بھی نہین

۱۰۵

نہین ہے زخم کوئی بخیہ کے درخور مرے تن مین
ہوا ہے تار اشک یاس رشتہ چشم سوزن مین

ہوئی ہے مانع ذوق تماشا خانہ ویرانی
کف سیلاب باقی ہے برنگ پنبہ روزن مین

ودیعت خانۂ بیداد کاوشہاے مژگان ہون
نگین نام شاہد ہے مرا ہر قطرۂ خون تن مین

بیان کس سے ہو ظلمت گستری میرے شبستان کی — شب مہ ہو جو رکھدین پنبہ دیوارون کے روزن مین

نکوہش مانع بیربطی شور جنون آئی — ہوا ہے خندۂ احباب بخیہ جیب و دامن مین

ہوے اوس مہروش کے جلوۂ تمثال کے آگے — پر افشان جوہر آئینے مین مثل ذرہ روزن مین

نہ جانون نیک ہون یا بد ہون پر صحبت مخالف ہے — جو گل ہون تو ہون گلخن مین جو خس ہون تو ہون گلشن مین

ہزارون دل دیے جوش جنون عشق نے مجکو — سیہ ہوکر سویدا ہوگیا ہر قطرہ خون تن مین

مقطع
اسد زندانی تاثیر الفتہاے خوبان ہون
خم دست نوازش ہوگیا ہے طوق گردن مین

مزے جہان کے اپنی نظر مین خاک نہین — سواے خون جگر سو جگر مین خاک نہین

مگر غبار ہوے پر ہوا اوڑا لیجاے — وگرنہ تاب و توان بال و پر مین خاک نہین

یہ کس بہشت شمائل کی آمد آمد ہے — کہ غیر جلوۂ گل رہگذر مین خاک نہین

بھلا اوسے نہ سہی کچھ مجھی کو رحم آتا — اثر مرے نفس بے اثر مین خاک نہین

خیال جلوۂ گل سے خراب ہین میکش — شرابخانہ کی دیوار و در مین خاک نہین

ہوا ہون عشق کی غارتگری سے شرمندہ — سواے حسرت تعمیر گھر مین خاک نہین

مقطع
ہمارے شعر ہین اب صرف دلگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر مین خاک نہین

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون — روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستائے کیون

دیر نہین حرم نہین در نہین آستان نہین — بیٹھے ہین رہگذر پہ ہم غیر ہمین اوٹھائے کیون

جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نیمروز — آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے مین منہ چھپائے کیون

دشنۂ غمزہ جانستان ناوک ناز بے پناہ — تیرا ہی عکس رخ سہی سامنے تیرے آئے کیون

قید حیات و بند غم اصل مین دونون ایک ہین — موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیون

حسن اور اوسپہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم — اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیون

واں وہ غرور عز و ناز یاں یہ حجاب پاس وضع
راہ مین ہم ملین کہاں بزم مین وہ بلائے کیون

ہاں وہ نہین خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جسکو ہو دین و دل عزیز اوسکی گلی مین جائے کیون

غالب خستہ کے بغیر کونسے کام بند ہین
روئیے زار زار کیا کیجیے ہائے ہائے کیون

۱۰۸

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یون
بوسہ کو پوچھتا ہون مین منہ سے مجھے بتا کہ یون

پرسش طرز دلبری کیجیے کیا کہ بن کہے
اوسکے ہر اک اشارہ سے نکلے ہے یہ ادا کہ یون

رات کے وقت مے پیے ساتھ رقیب کو لیے
آئے وہ یان خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یون

غیر سے رات کیا بنی یہ جو کہا تو دیکھیے
سامنے آن بیٹھنا اور یہ دیکھنا کہ یون

بزم مین اوسکے روبرو کیون نہ خموش بیٹھیے
اوسکی تو خامشی مین بھی ہے یہی مدعا کہ یون

مین نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
سنکے ستم ظریف نے مجھکو اوٹھا دیا کہ یون

مجھسے کہا جو یار نے جاتے ہین ہوش کسطرح
دیکھکے میری بیخودی چلنے لگی ہوا کہ یون

کب مجھے کوئے یار مین رہنے کی وضع یاد تھی
آئینہ دار بنگئی حیرت نقش پا کہ یون

گر ترے دل مین ہو خیال وصل مین شوق کا زوال
موج محیط آب مین مارے ہے دست و پا کہ یون

جو یہ کہے کہ ریختہ کیونکہ ہو رشک فارسی
گفتۂ غالب ایکبار پڑھ کے اوسے سنا کہ یون

۱۰۹

باب الواو

حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

بقدر حسرت دل چاہیے ذوق معاصی بھی
بھرون یک گوشۂ دامن گر آب ہفت کشور ہو

اگر وہ سرو قد گرم خرام ناز آجاوے
کف ہر خاک گلشن شکل قمری نالہ فرسا ہو

۱۱۰

کعبہ مین جا رہا تو نہ دو طعنہ کیا کہین
بھولا ہون حق صحبت اہل کنشت کو

طاعت مین تا رہے نہ مے و انگبین کی لاگ
دوزخ مین ڈالدو کوئی لیکر بہشت کو

ہون منحرف نہ کیون رہ و رسمِ ثواب سے
ٹیڑھا لگا ہے قطِ قلم سرنوشت کو

۱۱۱ه
غالب کچھ اپنی سعی سے لہنا نہین مجھے
خرمن جلے اگر نہ ملخ کھائے کشت کو

وارستہ اس سے ہین کہ محبت ہی کیون نہو
کیجے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیون نہو

چھوڑا نہ مجھ مین ضعف نے رنگ اختلاط کا
ہے دل پہ بار نقشِ محبت ہی کیون نہو

ہے مجکو تجھسے تذکرۂ غیر کا گلا
ہر چند بر سبیلِ شکایت ہی کیون نہو

پیدا ہوئی ہے کہتے ہین ہر درد کی دوا
یون ہو تو چارۂ غمِ الفت ہی کیون نہو

ڈالا نہ بیکسی نے کسی سے معاملہ
اپنے سے کھینچتا ہون خجالت ہی کیون نہو

ہے آدمی بجاے خود اک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہو

ہنگامۂ زبونیِ ہمت ہے انفعال
حاصل نہ کیجے دہر سے عبرت ہی کیون نہو

وارستگی بہانۂ بیگانگی نہین
اپنے سے کر نہ غیر سے وحشت ہی کیون نہو

مٹتا ہے فوتِ فرصتِ ہستی کا غم کوئی
عمرِ عزیز صرفِ عبادت ہی کیون نہو

۱۱۱۲ه
اوس فتنہ خو کی در سے اب اوٹھتے نہین اسد
اسمین ہمارے سر پہ قیامت ہی کیون نہو

قفس مین ہون گر اچھا بھی نجانین میرے شیون کو
مرا ہونا برا کیا ہے نوا سنجانِ گلشن کو

نہین گر ہمدمی آسان نہو یہ رشک کیا کم ہے
نہ دی ہوتی خدایا آرزوے دوست دشمن کو

نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اوس جراحت پر
کیا سینے مین جسنے خونچکان مژگان سوزن کو

خدا شرماے ہاتھون کو کہ رکھتے ہین کشاکش مین
کبھی میرے گریبان کو کبھی جانان کے دامن کو

ابھی ہم قتلگہ کا دیکھنا آسان سمجھتے ہین
نہین دیکھا شناور جوے خون مین تیرے توسن کو

ہوا چرچا جو میرے پانوؤن کی زنجیر بننے کا
کیا بیتاب کان مین جنبشِ جوہر نے آہن کو

خوشی کیا کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آوے
سمجھتا ہون کہ ڈھونڈھے ہے ابھی سے برق خرمن کو

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے
مرے بتخانہ مین تو کعبہ مین گاڑو برہمن کو +

شہادت تھی مری قسمت مین جو دی تھی یہ خو مجھکو
جہان تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یون بیخبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہون رہزن کو

سخن کیا کہہ نہین سکتے کہ جویان ہین جواہر کے
جگر کیا ہم نہین رکھتے کہ کھودین جا کے معدن کو

مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہین غالب
فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

۱۱۳

دھوتا ہون جب مین پینے کو اوس سیمتن کے پانو
رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانو

دی سادگی سے جان پڑون کوہکن کے پانو
ہیہات کیون نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پانو

بھاگے تھے ہم بہت سو اوسی کی سزا ہے یہ
ہوکر اسیر دابتے ہین راہزن کے پانو

مرہم کی جستجو مین پھرا ہون جو دور دور
تن سے سوا فگار ہین اس خستہ تن کے پانو

اللہ رے ذوق دشت نوردی کہ بعد مرگ
ہلتے ہین خود بخود مرے اندر کفن کے پانو

ہے جوش گل بہار مین یان تک کہ ہر طرف
اوڑتے ہوے الجھتے ہین مرغ چمن کے پانو

شبکو کسی کے خواب مین آیا نہو کہین
دکھتے ہین آج اوس بت نازک بدن کے پانو

غالب مرے کلام مین کیونکر مزا نہو
پیتا ہون دھو کے خسرو شیرین سخن کے پانو

۱۱۴

وان اوسکو ہول دل ہے تو یان مین ہون شرمسار
یعنی یہ میری آہ کی تاثیر سے نہو +

اپنے کو دیکھتا نہین ذوق ستم کو دیکھ
آئینہ تاکہ دیدۂ نخچیر سے نہو +

۱۱۵

وان پہونچکر جو غش آتا پیہم ہے ہمکو
صد رہ آہنگ زمین بوس قدم ہے ہمکو

دل کو مین اور مجھے دل محو وفا رکھتا ہے
کس قدر ذوق گرفتاری ہم ہے ہمکو

ضعف سے نقش پے مور ہے طوق گردن
تیرے کوچے سے کہان طاقت رم ہے ہمکو

جانکر کیجے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو
یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہمکو

رشک ہمطرحی و درد اثر بانگ حزین
نالہ مرغ سحر تیغ دو دم ہے ہمکو

سر اڑانے کے جو وعدہ کو مکرر چاہا
ہنس کے بولے کہ تری سر کی قسم ہے ہمکو

دلکے خون کرنے کی کیا وجہ ولیکن ناچار
پاس بے رونقی دیدہ اہم ہے ہمکو

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغان کہتے ہو
ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہمکو

لکھنؤ آنیکا باعث نہین کھلتا یعنے
ہوس سیر و تماشا سو وہ کم ہے ہمکو

مقطع سلسلۂ شوق نہین ہے یہ شہر
عزم سیر نجف و طوف حرم ہے ہمکو

لیے جاتی ہے کہین ایک توقع غالب
جادۂ رہ کشش کاف کرم ہے ہمکو

۱۱۶

تم جانو تمکو غیر سے جو رسم و راہ ہو
مجکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

بچتے نہین مواخذۂ روز حشر سے
قاتل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو

کیا وہ بھی بیگنہ کش و حق ناسپاس ہین
مانا کہ تم بشر نہین خورشید و ماہ ہو

ابھرا ہوا نقاب مین ہے اونکے ایک تار
مرتا ہون مین کہ یہ نہ کسیکی نگاہ ہو

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید
مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ ترا جلوہ گاہ ہو

غالب بھی گر نہو تو کچھ ایسا ضرر نہین
دنیا ہو یا رب اور مرا بادشاہ ہو

۱۱۷

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو
کہے سے کچھ نہ ہوا پھر کہو تو کیونکر ہو

ہمارے ذہن مین اس فکر کا ہے نام وصال
کہ گر نہ ہو تو کہان جائین ہو تو کیونکر ہو

ادب ہے اور یہی کشمکش تو کیا کیجے
حیا ہے اور یہی گومگو تو کیونکر ہو

تمہین کہو کہ گذارا صنم پرستون کا
بتون کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو

اور الجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ
جو تم سے شہر مین ہون ایک دو تو کیونکر ہو

جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا
وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو

ہمین پھر اون سے امید اور اونہین ہماری قدر
ہماری بات ہی پوچھین نہ وہ تو کیونکر ہو

غلط نہ تھا ہمین خط پہ گمان تسلی کا
نہ مانے دیدۂ دیدار جو تو کیونکر ہو

بتاؤ اوس مژہ کو دیکھکر کہ مجکو قرار
یہ نیش ہو رگ جان مین فرو تو کیونکر ہو

۱۱۸

مجھے جنون نہین غالب ولے بقول حضور
فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو

کسیکو دیکے دل کوئی نواسنج فغان کیون ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو

وہ اپنی خو نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع کیون چھوڑین
سبک سر بنکے کیا پوچھین کہ ہمسے سرگران کیون ہو

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا رازدان کیون ہو

وفا کیسی کہان کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستان کیون ہو

قفس مین مجھسے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

یہ کہہ سکتے ہو ہم دل مین نہین ہین پر یہ بتلاؤ
کہ جب دلمین تمہین تم ہو تو آنکھون سے نہان کیون ہو

غلط ہے جذب دل کا شکوہ دیکھو جرم کسکا ہے
نہ کھینچو گر تم اپنے کو کشاکش درمیان کیون ہو

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوے تم دوست جسکے دشمن اوسکا آسمان کیون ہو

یہی ہے آزمانا تو ستانا کسکو کہتے ہین
عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

کہا تمنے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی
بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

۱۱۹

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنون سے تو غالب
ترے بیمہر کہنے سے وہ تجھپر مہربان کیون ہو

رہیے اب ایسی جگہ چلکر جہان کوئی نہو
ہم سخن کوئی نہو اور ہم زبان کوئی نہو

بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے
کوئی ہمسایہ نہو اور پاسبان کوئی نہو

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہو تیماردار ۔ اور اگر مرجائیے تو نوحہ خوان کوئی نہو

۱۲۰ باب الہاء

از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ ۔ طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ

ہے سبزہ زار ہر در و دیوار غمکدہ ۔ جسکی بہار یہ ہو پھر اوسکی خزان نپوچھہ

ناچار بیکسی کی بھی حسرت اوٹھائیے ۔ دشواری رہ و ستم ہمرہان نپوچھہ

۱۲۱ باب الیاء

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگان اوٹھائیے ۔ طاقت کہان کہ دید کا احسان اوٹھائیے

ہے سنگ پر برات معاش جنون عشق ۔ یعنی ہنوز منت طفلان اوٹھائیے

دیوار بار منت مزدور سے ہے خم ۔ اے خانمان خراب نہ احسان اوٹھائیے

۱۲۲

یا میرے زخم رشک کو رسوا نہ کیجیے +

یا پردۂ تبسم پنہان اوٹھائیے

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیے ۔ بھون پاس آنکھہ قبلۂ حاجات چاہیے

عاشق ہوئے ہین آپ بھی اک شخص اور پر ۔ آخر ستم کی کچھہ بھی مکافات چاہیے

دے داد اے فلک دل حسرت پرست کی ۔ ہان کچھہ نہ کچھہ تلافی مافات چاہیے +

سیکھے ہین مہ رخون کے لیے ہم مصوری ۔ تقریب کچھہ تو بہر ملاقات چاہیے

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو ۔ اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

ہے رنگ لالہ و گل و نسرین جدا جدا ۔ ہر رنگ مین بہار کا اثبات چاہیے

سر پاے خم پہ چاہیے ہنگام بیخودی ۔ رو سوے قبلہ وقت مناجات چاہیے

یعنی بحسب گردش پیمانۂ صفات + ۔ عارف ہمیشہ مست مے ذات چاہیے

۱۲۳

نشو و نما ہے اصل سے غالب فروع کو

خاموشی ہی سے نکلی ہے جو بات چاہیے

بساط عجز مین تھا ایکدل یکقطرہ خون وہ بھی
سو رہتا ہی بانداز چکیدن سرنگون وہ بھی

رہی اوس شوخ سے آزردہ ہم چندی تکلف سے
تکلف برطرف تھا ایک انداز جنون وہ بھی

خیال مرگ کب تسکین دل آزردہ کو بخشے
مرے دام تمنا مین ہی اک صید زبون وہ بھی

نکرتا کاش نالہ مجکو کیا معلوم تھا ہمدم
کہ ہوگا باعث افزایش درد درون وہ بھی

نہ اتنا برش تیغ جفا پر ناز فرماؤ
مرے دریای بیتابی مین ہی اک موج خون وہ بھی

مے عشرت کی خواہش ساقی گردون سے کیا کیجے
لیے بیٹھا ہے اک دو چار جام واژگون وہ بھی

مرے دلمین ہے غالب شوق وصل و شکوہ ہجران
خدا وہ دن کرے جو اوس سے مین یہ بھی کہون وہ بھی

۱۲۴

ہے بزم بتان مین سخن آزردہ لبون سے
تنگ آئے ہین ہم ایسے خوشامد طلبون سے

ہے دور قدح وجہ پریشانی صہبا
یکبار لگا دو خم مے میرے لبون سے

رندان در میکدہ گستاخ ہین زاہد
زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبون سے

بیداد وفا دیکھ کہ جاتی رہی آخر
ہر چند مری جان کو تھا ربط لبون سے

۱۲۵

تا ہمکو شکایت کی بھی باقی نرہی جا
سن لیتے ہین گو ذکر ہمارا نہین کرتے

غالب ترا احوال سنا دینگے ہم اونکو
وہ سنکے بلا لین یہ اجارا نہین کرتے

گھر مین تھا کیا کہ ترا غم اوسے غارت کرتا
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہی

۱۲۶

غم دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اٹھانے کی
فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

کھلیگا کسطرح مضمون مرے مکتوب کا یارب
قسم کھائی ہی اوس کافر نے کاغذ کے جلانے کی

لپٹنا پرنیان مین شعلۂ آتش کا آسان ہی
ولے مشکل ہی حکمت دلمین سوز غم چھپانے کی

اوسنہین منظور اپنے زخمیون کا دیکھ آنا تھا / اوٹھے تھے سیر گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی

ہماری سادگی تھی التفات ناز پر مرنا / ترا آنا نتھا ظالم مگر تمہید جانے کی

لکد کوب حوادث کا تحمل کر نہین سکتے / مری طاقت کہ ضامن تھی بتون کے ناز اوٹھانیکی

۱۲۷ کہون کیا خوبی اوضاع ابناے زمان غالب / بدی کی اوسنے جس سے ہمنے کی تھی بار ہا نیکی

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی / دل جوش گریہ مین ہے ڈوبی ہوئی اسامی

۱۲۸ اوس شمع کیطرح سے جسکو کوئی بجھا دے / مین بھی جلے ہوؤن مین ہون داغ ناتمامی

کیا تنگ ہم ستمزدگان کا جہان ہے / جس مین کہ ایک بیضۂ مور آسمان ہے

ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے / پرتو سے آفتاب کے ذرہ مین جان ہے

حالانکہ ہے یہ سیلی خارا سے لالہ رنگ / غافل کو میرے شیشہ پہ مے کا گمان ہے

کی اوسنے گرم سینۂ اہل ہوس مین جا / آوے نہ کیون پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے

کیا خوب تمنے غیر کو بوسہ نہین دیا / بس چپ رہو ہمارے بھی منہہ مین زبان ہے

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار مین / فرمان رواے کشور ہندوستان ہے

ہستی کا اعتبار بھی غمنے مٹا دیا / کس سے کہون کہ داغ جگر کا نشان ہے

۱۲۹ ہے بارے اعتماد وفاداری اس قدر / غالب ہم اسمین خوش ہین کہ نامہربان ہے

درد سے میرے ہے تجکو بیقراری ہاے ہاے / کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہاے ہاے

تیرے دلمین گر نتھا آشوب غم کا حوصلہ / تو نے پھر کیون کی تھی میری غمگساری ہاے ہاے

کیون مری غمخوارگی کا تجکو آیا تھا خیال / دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہاے ہاے

عمر بھر کا تونے پیمان وفا باندھا تو کیا / عمر کو بھی تو نہین ہے پائداری ہاے ہاے

زہر لگتی ہے مجھے آب وہواے زندگی
یعنی تجھسے تھی اسے ناسازگاری ہای ہای

گلفشانی ہاے ناز جلوہ کو کیا ہوگیا
خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہای ہای

شرم رسوائی سے جا چھپنا نقاب خاک مین
ختم ہے الفت کی تجھپر پردہ داری ہای ہای

خاک مین ناموس پیمان محبت مل گئی +
اوٹھ گئی دنیا سے راہ و رسم یاری ہای ہای

ہاتھ ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا
دل پہ اک لگنے نپایا زخم کاری ہاے ہای

کس طرح کاٹے کوئی شبہاے تار برشگال
ہے نظر خو کردہ اختر شماری ہاے ہای

گوش مہجور پیام و چشم محروم جمال
ایک دل تسپر یہ نا امیدواری ہای ہای

مقطع

عشق نے پکڑا نتھا غالب ابھی وحشت کا رنگ
رہگیا تھا دل مین جو کچھ ذوق خواری ہای ہاے

سرگشتگی مین عالم ہستی سے یاس ہے
تسکین کو دے نوید کہ مرنیکی آس ہے

لیتا نہین مرے دل آوارہ کی خبر
ابتک وہ جانتا ہے کہ میری ہی پاس ہے

کیجیے بیان سرور تپ غم کہانتلک
ہر مو مرے بدن پہ زبان سپاس ہے

ہے وہ غرور حسن سے بیگانۂ وفا
ہرچند اوسکے پاس دل حق شناس ہے

پی جسقدر ملے شب مہتاب مین شراب
اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

مقطع

ہر اک مکان کو ہے مکین سے شرف اسد
مجنون جو مرگیا ہے تو جنگل اوداس ہے

گر خامشی سے فائدہ اخفاے حال ہے
خوش ہون کہ میری بات سمجھنی محال ہے

کسکو سناؤن حسرت اظہار کا گلا +
دل فرد جمع و خرچ زبانہاے لال ہے

کس پردہ مین ہے آئینہ پرداز اے خدا
رحمت کہ عذر خواہ لب بے سوال ہے

ہے ہے خدا نخواستہ وہ اور دشمنی
اے شوق منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے

مشکین لباس کعبہ علی کے قدم سے جان
ناف زمین ہے نہ کہ ناف غزال ہے

وحشت پہ میری عرصۂ آفاق تنگ تھا	دریا زمین کو عرق انفعال ہے

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

۱۳۲

تم اپنے شکوے کی باتین نہ کھود کھود کے پوچھو	حذر کرو مرے دل سے کہ اسمین آگ دبی ہے

دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر
نہ گریۂ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

۱۳۳

ایک جا حرف وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا	ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے
جی جلے ذوق فنا کی ناتمامی پر نہ کیون	ہم نہین جلتے نفس ہر چند آتش بار ہے
آگ سے پانی مین بجھتے وقت اوٹھتی ہے صدا	ہر کوئی درماندگی مین نالے سے ناچار ہے
ہے وہی بدمستی ہر ذرہ کا خود عذر خواہ	جسکے جلوے سے زمین تا آسمان سرشار ہے
مجھسے مت کہہ تو ہمین کہتا تھا اپنی زندگی	زندگی سے بھی مرا جی اندنون بیزار ہے

آنکھ کی تصویر سرنامہ پہ کھینچی ہے کہ تا
تجھپہ کھلجاوے کہ اسکو حسرت دیدار ہے

پنیس مین گذرتے ہین جو کوچے سے وہ میرے
کندھا بھی کہارون کو بدلنے نہین دیتے

۱۳۴

مری ہستی فضاے حیرت آباد تمنا ہے	جسے کہتے ہین نالہ وہ اسی عالم کا عنقا ہے
خزان کیا فصل گل کہتے ہین کسکو کوئی موسم ہو	وہی ہم ہین قفس ہے اور ماتم بال و پر کا ہے
وفاے دلبران ہے اتفاقی ورنہ اے ہمدم	اثر فریاد دلہاے حزین کا کسنے دیکھا ہے

نہ لائی شوخی اندیشہ تاب رنج نومیدی
کف افسوس ملنا عہد تجدید تمنا ہے

۱۳۵

رحم کر ظالم کہ کیا بود چراغ کشتہ ہے	نبض بیمار وفا دود چراغ کشتہ ہے

دلگی کی آرزو بیچین رکھتی ہے ہمین
ورنہ یان بیرونقی سود چراغ کشتہ ہے
۱۳۶

چشم خوبان خامشی مین بھی نواپرداز ہے
سرمہ تو کہوے کہ دود شعلۂ آواز ہے

پیکر عشاق ساز طالع ناساز ہے
نالہ گویا گردش سیارہ کی آواز ہے

دستگاہ دیدۂ خونبار مجنون دیکھنا
یک بیابان جلوۂ گل فرش پا انداز ہے
۱۳۷

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی

قطع کیجے نہ تعلق ہمسے +
کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

میرے ہونے مین ہے کیا رسوائی
اے وہ مجلس نہین خلوت ہی سہی

ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنے
غیر کو تجھسے محبت ہی سہی +

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو
آگہی گر نہین غفلت ہی سہی

عمر ہر چند کہ ہے برق خرام
دل کے خون کرنیکی فرصت ہی سہی

ہم کوئی ترک وفا کرتے ہین +
نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی

کچھ تو دے اے فلک ناانصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالینگے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

یار سے چھیڑ چلی جاے اسد
گر نہین وصل تو حسرت ہی سہی
۱۳۸

ہے آرمیدگی مین نکوہش بجا مجھے
صبح وطن ہے خندۂ دندان نما مجھے

ڈھونڈھے ہے اوس مغنی آتش نفس کو جی
جسکی صدا ہو جلوۂ برق فنا مجھے

مستانہ طی کرون ہون رہ وادی خیال
تا بازگشت سے نہ رہے مدعا مجھے

کرتا ہے بسکہ باغ مین تو بیحجابیان
آنے لگی ہے نکہت گل سے حیا مجھے

کھلتا کسی پہ کیون مرے دل کا معاملہ
شعرون کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

۳۵

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب
ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

اس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے / بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے
دل ہی تو ہے سیاست دربان سے ڈر گیا / مین اور جاؤن در سے ترے بن صدا کیے
رکھتا پھرون ہون خرقہ و سجادہ رہن مے / مدت ہوئی ہے دعوت آب و ہوا کیے
بے صرفہ ہی گزرتی ہے ہو گرچہ عمر خضر / حضرت بھی کل کہینگے کہ ہم کیا کیا کیے
مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم / تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیے
کس روز تہمتین نہ تراشا کیے عدو / کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے
صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو / دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے
ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہین / بھولے سے اوسنے سیکڑون وعدے وفا کیے

غالب تمہین کہو کہ ملیگا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے

۱۴۰

رفتار عمر قطع رہ اضطراب ہے / اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے
مینائے مے ہے سرو نشاط بہار سے / بال تدرو جلوۂ موج شراب ہے
زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا / نے بھاگنے کی گون نہ اقامت کی تاب ہے
جاداد بادہ نوشی رندان ہے شش جہت / غافل گمان کرے ہے کہ گیتی خراب ہے
نظارہ کیا حریف ہو اوس برق حسن کا / جوش بہار جلوہ کو جس کی نقاب ہے
مین نامراد دل کی تسلی کو کیا کرون / مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہے
گزرا اسد مسرت پیغام یار سے / قاصد پہ مجکو رشک سوال و جواب ہے

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجاے ہے
مین اوسے دیکھون بھلا کب مجھسے دیکھا جاے ہے

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشے مین ہے
آبگینہ تندیِ صہبا سے پگھلا جاے ہے

غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے
گر حیا بھی اوسکو آتی ہے تو شرما جاے ہے

شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے
دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جاے ہے

دور چشم بد تری بزم طرب سے واہ واہ
نغمہ ہو جاتا ہے وان گر نالہ میرا جاے ہے

گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق
پر ہم ایسے کھوے جاتے ہین کہ وہ پا جاے ہے

اوسکی بزم آرائیان سنکر دل رنجور یان
مثل نقش مدعاے غیر بیٹھا جاے ہے

ہو کے عاشق وہ پری رخ اور نازک بنگیا
رنگ کھلتا جاے ہے جتنا کہ اوڑتا جاے ہے

نقش کو اوسکے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہین
کھینچتا ہے جسقدر اوتنا ہی کھنچتا جاے ہے

سایہ میرا مجھسے مثل دود بھاگے ہے اسد
پاس مجھ آتش بجان کے کس سے ٹھہرا جاے ہے

۱۴۲

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نے مجھے
تب امان ہجر مین دی برد لیالی نے مجھے

نسیہ و نقد دو عالم کی حقیقت معلوم
لے لیا مجھسے مری ہمت عالی نے مجھے

کثرت آرائی وحدت ہے پرستاری وہم
کر دیا کافر ان اصنام خیالی نے مجھے

ہوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نہ رہا
عجب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے

۱۴۳

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے
برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے

غنچہ تا شگفتنہا برگ عافیت معلوم
باوجود دلجمعی خواب گل پریشان ہے

ہمسے رنج بیتابی کس طرح اوٹھایا جاے
داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے

اوگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب
ہم بیابان مین ہین اور گھر مین بہار آئی ہے

سادگی پر اوسکے مرجانیکی حسرت دلمین ہے
بس نہین چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل مین ہے

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اوسنے کہا
مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دلمین ہے

گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے باین ہمہ
ذکر میرا مجھسے بہتر ہے کہ اوس محفل مین ہے

بس ہجوم ناامیدی خاک مین ملجائیگی
یہ جو اک لذت ہماری سعی بیحاصل مین ہے

رنج رہ کیون کھینچیے واماندگی کو عشق ہے
اوٹھ نہین سکتا ہمارا جو قدم منزل مین ہے

جلوہ زار آتش دوزخ ہمارا دل سہی
فتنۂ شور قیامت کسکی آب و گل مین ہے

ہے دل شوریدۂ غالب طلسم پیچ و تاب
رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل مین ہے

۱۴۵

دل سے تری نگاہ جگر تک اوتر گئی
دونون کو اک ادا مین رضامند کر گئی

شق ہوگیا ہے سینہ خوشا لذت فراغ
تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیان کہان
اوٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

اوڑتی پھرے ہے خاک مری کوی یار مین
بارے اب اے ہوا ہوس بال و پر گئی

دیکھو تو دلفریبی انداز نقش پا
موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروے شیوۂ اہل نظر گئی

نظارہ نے بھی کام کیا وان نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی

فردا و دی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا
کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گذر گئی

مارا زمانہ نے اسد اللہ خان تمہین
وہ ولولے کہان وہ جوانی کدھر گئی

۱۴۶

تسکین کو ہم نہ روئین جو ذوق نظر ملے
حوران خلد مین تری صورت اگر ملے

اپنی گلی مین مجھکو نہ کر دفن بعد قتل
میرے پتے سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے

ساقی گری کی شرم کرو آج ورنہ ہم
ہر شب پیا ہی کرتے ہین مے جسقدر ملے

تجھ سے تو کچھ کلام نہین لیکن اے ندیم
میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

تمکو بھی ہم دکھائین کہ مجنون نے کیا کیا
فرصت کشاکش غم پنہان سے گر ملے

لازم نہین کہ خضر کی ہم پیروی کرین
جانا کہ اک بزرگ ہمین ہمسفر ملے

اے ساکنان کوچۂ دلدار دیکھنا
تمکو کہین جو غالب آشفتہ سر ملے

۱۴۷

کوئی دن گر زندگانی اور ہے
اپنے جی مین ہمنے ٹھانی اور ہے

آتش دوزخ مین یہ گرمی کہان
سوز غمہای نہانی اور ہے

بارہا دیکھی ہین اونکی رنجشین
پر کچھ اب کی سرگرانی اور ہے

دیکے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر
کچھ تو پیغام زبانی اور ہے

قاطع اعمار ہین اکثر نجوم
وہ بلائے آسمانی اور ہے

ہو چکین غالب بلائین سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہے

۱۴۸

کوئی امید بر نہین آتی
کوئی صورت نظر نہین آتی

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیون رات بھر نہین آتی

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہین آتی

جانتا ہون ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہین آتی

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون
ورنہ کیا بات کر نہین آتی

کیون نہ چیخون کہ یاد کرتے ہین
میری آواز گر نہین آتی

داغ دل گر نظر نہین آتا
بو بھی اے چارہ گر نہین آتی

ہم وہان ہین جہان سے ہمکو بھی
کچھ ہماری خبر نہین آتی

مرتے ہین آرزو مین مرنے کی
موت آتی ہے پر نہین آتی

۱۴۹

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تمکو مگر نہیں آتی

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے ۔ آخر اس درد کی دوا کیا ہے
ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار ۔ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں ۔ کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے
جبکہ تجھ بن نہیں کوئی موجود ۔ پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں ۔ غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے
شکن زلف عنبریں کیوں ہے ۔ نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے
سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں ۔ ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے
ہمکو ان سے وفا کی ہے امید ۔ جو نہیں جانتے وفا کیا ہے
ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا ۔ اور درویش کی صدا کیا ہے
جان تم پر نثار کرتا ہوں ۔ میں نہیں جانتا دعا کیا ہے

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

۱۵۰

کہتے تو ہو تم سب کہ بت غالیہ مو آئے ۔ یک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے
ہوں کشمکش نزع میں ہاں جذب محبت ۔ کچھ کہہ نہ سکوں پر وہ مرے پوچھنے کو آئے
ہے صاعقہ و شعلہ و سیماب کا عالم ۔ آنا ہی سمجھ میں مری آتا نہیں گو آئے
ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگیں گے نکیرین ۔ ہاں منہ سے مگر بادۂ دوشینہ کی بو آئے
جلاد سے ڈرتے ہیں نہ واعظ سے جھگڑتے ۔ ہم سمجھے ہوئے ہیں اسے جس بھیس میں جو آئے
ہاں اہل طلب کون سنے طعنۂ نایافت ۔ دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے
اپنا نہیں وہ شیوہ کہ آرام سے بیٹھیں ۔ اس در پہ نہیں بار تو کعبہ ہی کو ہو آئے

کی ہم نفسوں نے اثر گریہ مین تقریر / اچھے رہے آپ اوس سے مگر مجھکو ڈبو آئے

اوس انجمن ناز کی کیا بات ہے غالب
ہم بھی گئے وان اور تری تقدیر کو رو آئے

١٥١

پھر کچھ اک دل کو بیقراری ہے / سینہ جویاے زخم کاری ہے
پھر جگر کھودنے لگا ناخن / آمد فصل لالہ کاری ہے
قبلۂ مقصد نگاہ نیاز / پھر وہی پردۂ عماری ہے
چشم دلال جنس رسوائی / دل خریدار ذوق خواری ہے
وہ ہی صد رنگ نالہ فرسائی / وہ ہی صد گونہ اشکباری ہے
دل ہوائے خرام ناز سے پھر / محشرستان بیقراری ہے
جلوہ پھر عرض ناز کرتا ہے / روز بازار جان سپاری ہے
پھر اوسی بیوفا پہ مرتے ہین / پھر وہی زندگی ہماری ہے

قطعہ

پھر کھلا ہے در عدالت ناز / گرم بازار فوجداری ہے
ہو رہا ہے جہان مین اندھیر / زلف کی پھر سرشتہ داری ہے
پھر دیا پارۂ جگر نے سوال / ایک فریاد و آہ و زاری ہے
پھر ہوئے ہین گواہ عشق طلب / اشکباری کا حکم جاری ہے
دل و مژگان کا جو مقدمہ تھا / آج پھر اوسکی روبکاری ہے

بیخودی بے سبب نہین غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

١٥٢

جنون تہمت کش تسکین نہو گر شادمانی کی / نمک پاش خراش دل ہے لذت زندگانی کی
کشاکشہاے ہستی سے کرے کیا سعی آزادی / ہوئی زنجیر موج آب کو فرصت روانی کی

١٥٢

بس از مردن بھی دیوانہ زیارتگاہ طفلاں ہے
شرار سنگ نے تربت پہ میری گلفشانی کی

نکوہش ہے سزا فریادیِ بیداد دلبر کی
مبادا خندۂ دنداں نما ہو صبح محشر کی

رگ لیلی کو خاک دشت مجنوں ریشگی بخشے
اگر بووے بجای دانہ دہقاں نوک نشتر کی

پر پروانہ شاید بادبان کشتی مے تھا
ہوئی مجلس کی گرمی سے روانی دور ساغر کی

کروں بیداد ذوق پرفشانی عرض کیا قدرت
کہ طاقت اوڑ گئی اوڑنے سے پہلے میرے شہپر کی

١٥٣

کہاں تک روؤں اوسکے خیمہ کے پیچھے قیامت ہے
مری قسمت میں یارب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی

بے اعتدالیوں سے سبک سب میں ہم ہوے
جتنے زیادہ ہو گئے اوتنے ہی کم ہوے

پنہاں تھا دام سخت قریب آشیان کے
اوڑنے نپاے تھے کہ گرفتار ہم ہوے

ہستی ہماری اپنی فنا پہ دلیل ہے
یانتک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوے

سختی کشان عشق کی پوچھے ہے کیا خبر
وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوے

تیری وفا سے کیا ہو تلافی کہ دہر میں
تیرے سوا بھی ہمپہ بہت سے ستم ہوے

لکھتے رہے جنوں کی حکایات خونچکاں
ہرچند اسمیں ہاتھ ہمارے قلم ہوے

اللہ ری تیری تندی خو جسکے بیم سے
اجزای نالہ دل میں مرے رزق ہم ہوے

اہل ہوس کی فتح ہے ترک نبرد عشق
جو پاؤں اوٹھ گئے وہی اونکے علم ہوے

نالے عدم میں چند ہمارے سپرد تھے
جو واں نہ کھنچ سکے سو وہ یاں آکے دم ہوے

١٥٥

چھوڑی اسد نہ ہمنے گدائی میں دل لگی
سائل ہوے تو عاشق اہل کرم ہوے

جو نہ نقد داغ دلکی کرے شعلہ پاسبانی
تو فسردگی نہاں ہے بکمین بے زبانی

مجھے اوس سے کیا توقع بزمانہ جوانی
کبھی کودکی میں جسنے نہ سنی مری کہانی

۱۵۶

یون ہی دکھ کسیکو دینا نہین خوب ورنہ کہتا
کہ مرے عدو کو یارب ملے میری زندگانی

ظلمت کدہ مین میرے شب غم کا جوش ہے — اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے
نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال — مدت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہے
مے نے کیا ہے حسن خود آرا کو بے حجاب — اے شوق یان اجازت تسلیم ہوش ہے
گوہر کو عقد گردن خوبان مین دیکھنا — کیا اوج پر ستارۂ گوہر فروش ہے
دیدار بادہ حوصلہ ساقی نگاہ مست — بزم خیال میکدۂ بے خروش ہے
اے تازہ واردان بساط ہوائے دل — ق زنہار اگر تمہین ہوس نای و نوش ہے
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو — میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے
ساقی بجلوہ دشمن ایمان و آگہی — مطرب بنغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط — دامان باغبان و کف گلفروش ہے
لطف خرام ساقی و ذوق صدای چنگ — یہ جنت نگاہ وہ فردوس گوش ہے
یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم مین — نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے
داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی — اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

۱۵۷

آتے ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین
غالب صریر خامہ نوای سروش ہے

آکہ مری جان کو قرار نہین ہے — طاقت بیداد انتظار نہین ہے
دیتے ہین جنت حیات دہر کے بدلے — نشہ باندازۂ خمار نہین ہے
گریہ نکالے ہے تیری بزم سے مجھکو — ہائے کہ رونے پہ اختیار نہین ہے
ہمسے عبث ہے گمان رنجش خاطر — خاک مین عشاق کی غبار نہین ہے
دل سے اوٹھا لطف جلوہ ہای معانی — غیر گل آئینہ بہار نہین ہے

قتل کا میرے کیا ہے عہد تو بارے — وائے اگر عہد استوار نہین ہے

١٥٨

تو نے قسم میکشی کی کھائی ہے غالب
تیری قسم کا کچھ اعتبار نہین ہے

ہجوم غم سے یہان تک سرنگونی مجھکو حاصل ہے — کہ تار دامن و تار نظر مین فرق مشکل ہے

رفوئے زخم سے مطلب ہے لذت زخم سوزن کی — سمجھیو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے

١٥٩

وہ گل جس گلستان مین جلوہ فرمائی کرے غالب
چٹکنا غنچۂ گل کا صدائے خندۂ دل ہے

پا بدامن ہو رہا ہون بسکہ مین صحرا نورد — خار پا ہین جوہر آئینۂ زانو مجھے

دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت — ہے نگاہ آشنا تیرا سر ہر مو مجھے

١٦٠

ہون سراپا ساز آہنگ شکایت کچھ نہ پوچھ
ہے یہی بہتر کہ لوگون مین نہ چھیڑے تو مجھے

جس بزم مین تو ناز سے گفتار مین آوے — جان کالبد صورت دیوار مین آوے

سایہ کی طرح ساتھ پھرین سرو و صنوبر — تو اس قد دلکش سے جو گلزار مین آوے

تب ناز گرانمائگی اشک بجا ہے + — جب لخت جگر دیدۂ خونبار مین آوے

دے مجھکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر — کچھ تجھکو مزا بھی مرے آزار مین آوے

اوس چشم فسونگر کا اگر پائے اشارا — طوطی کی طرح آئینہ گفتار مین آوے

کانٹون کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب — اک آبلہ پا وادیٔ پرخار مین آوے

مر جاؤن نہ کیون رشک سے جب وہ تن نازک — آغوش خم حلقۂ زنار مین آوے

غارتگر ناموس نہ ہو گر ہوس زر — کیون شاہد گل باغ سے بازار مین آوے

تب چاک گریبان کا مزا ہے دل نالان — جب اک نفس الجھا ہوا ہر تار مین آوے

آتشکدہ ہے سینہ مرا راز نہان سے — اے وائے اگر معرض اظہار مین آوے

گنجینۂ معنی کا طلسم اوس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار مین آوے
۱۶۱

حسن مہ گرچہ بہنگام کمال اچھا ہے
اوس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے

بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ
جیمین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے

بے طلب دین تو مزا اوسمین سوا ملتا ہے
وہ گدا جسکو نہو خوی سوال اچھا ہے

اونکے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے

دیکھیے پاتے ہین عشاق بتون سے کیا فیض
اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے

ہم سخن تیشہ نے فرہاد کو شیرین سے کیا
جسطرح کا کہ کسی مین ہو کمال اچھا ہے

قطرہ دریا مین جو ملجائے تو دریا ہوجائے
کام اچھا ہے وہ جسکا کہ مآل اچھا ہے

خضر سلطان کو رکھے خالق اکبر سرسبز
شاہ کے باغ مین یہ تازہ نہال اچھا ہے

ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دلکے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے
۱۶۲

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی
امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

خار خار الم حسرت دیدار تو ہے
شوق گلچین گلستان تسلی نہ سہی

مے پرستان خم مے منہ سے لگائے ہی بنے
ایکدن گر نہوا بزم مین ساقی نہ سہی

نفس قیس کہ ہے چشم و چراغ صحرا
گر نہین شمع سیہ خانۂ لیلی نہ سہی

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا
گر نہین ہین مرے اشعار مین معنی نہ سہی

عشرت صحبت خوبان ہی غنیمت سمجھو
نہوئی غالب اگر عمر طبیعی نہ سہی

١٦٣

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے
کہ اپنے سایہ سے سر پانو سے ہے دو قدم آگے

قضا نے تھا مجھے چاہا خراب بادۂ الفت
فقط خراب لکھا بس نچل سکا قلم آگے

غم زمانہ نے جھاڑی نشاط عشق کی مستی
وگرنہ ہم بھی اوٹھاتے تھے لذت الم آگے

خدا کے واسطے داد اس جنون شوق کی دینا
کہ اوسکے در پہ پہونچتے ہین نامہ بر سے ہم آگے

یہ عمر بھر جو پریشانیان اوٹھائی ہین ہمنے
تمھاری آئیو اے طرہ ہاے خم بخم آگے

دل و جگر مین پر افشان جو ایک موجۂ خون ہے
ہم اپنے زعم مین سمجھے ہوے تھے اسکو دم آگے

قسم جنازہ پہ آنیکی میرے کھاتے ہین غالب
ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

١٦٤

شکوے کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے
یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہے

پر ہون مین شکوے سے یون راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

گو سمجھتا نہین پر حسن تلافی دیکھو
شکوۂ جور سے سر گرم جفا ہوتا ہے

عشق کی راہ مین ہے چرخ مکوکب کی وہ چال
سست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے

کیون نہ ٹھہرین ہدف ناوک بیداد کہ ہم
آپ اوٹھا لاتے ہین گر تیر خطا ہوتا ہے

خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ
کہ بھلا چاہتے ہین اور برا ہوتا ہے

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب
لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے

خامہ میرا کہ وہ ہے باربد بزم سخن
شاہ کی مدح مین یون نغمہ سرا ہوتا ہے

اے شہنشاہ کواکب سپہ و مہر علم
تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے

سات اقلیم کا حاصل جو فراہم کیجے
تو وہ لشکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہے

ہر مہینے مین جو یہ بدر سے ہوتا ہے ہلال
آستان پہ ترے مہ ناصیہ سا ہوتا ہے

مین جو گستاخ ہون آئین غزلخوانی مین
یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق فزا ہوتا ہے

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی مین معاف
آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہین کہو کہ انداز گفتگو کیا ہے

نہ شعلہ مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا
کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے

یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہمسخن تم سے
وگرنہ خوف بد آموزی عدو کیا ہے

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

جلا ہے جسم جہان دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

رگون مین دوڑنے پھرنے کے ہم نہین قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جسکے لیے ہمکو ہو بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے

پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی
تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے

۱۶۶

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

مین انہین چھیڑون اور کچھ نہ کہین
چل نکلتے جو مے پیے ہوتے

قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو
کاشکے تم مرے لیے ہوتے

میری قسمت مین غم گر اتنا تھا
دل بھی یا رب کئی دیے ہوتے

۱۶۷

آ ہی جاتا وہ راہ پر غالب
کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

غیر لین محفل مین بوسے جام کے
ہم رہین یون تشنہ لب پیغام کے

خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ
ہتھکنڈے ہین چرخ نیلی فام کے

خط لکھین گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہین تمہارے نام کے

رات پی زمزم پہ مے اور صبحدم
دھوئے دھبے جامۂ احرام کے

دلکو آنکھون نے پھنسایا کیا مگر
یہ بھی حلقے ہین تمہارے دام کے

شاہ کی ہے غسل صحت کی خبر
دیکھیے کب دن پھریں حمام کے

۱۶۸
عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر اس انداز سے بہار آئی
کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی

دیکھو اے ساکنانِ خطۂ خاک
اس کو کہتے ہیں عالم آرائی

کہ زمیں ہو گئی ہے سر تا سر
روکشِ سطحِ چرخِ مینائی

سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی
بن گیا روئے آب پر کائی +

سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے
چشمِ نرگس کو دی ہے بینائی

ہے ہوا میں شراب کی تاثیر
بادہ نوشی ہے بادپیمائی

۱۶۹
کیوں نہ دنیا کو ہو خوشی غالب
شاہِ دیندار نے شفا پائی

تغافل دوست ہوں میرا دماغِ عجز عالی ہے
اگر پہلو تہی کیجے تو جا میری بھی خالی ہے

رہا آباد عالم اہلِ ہمت کے نہ ہونے سے
بھرے ہیں جس قدر جام و سبو میخانہ خالی ہے

۱۷۰
کب وہ سنتا ہے کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری

خلشِ غمزۂ خونریز نہ پوچھ
دیکھ خوننابہ فشانی میری

کیا بیاں کر کے مرا روئیں گے یار
مگر آشفتہ بیانی میری

ہوں ز خود رفتۂ بیدائے خیال
بھول جانا ہے نشانی میری

متقابل ہے مقابل میرا
رک گیا دیکھ روانی میری

قدرِ سنگِ سرِ رہ رکھتا ہوں
سخت ارزاں ہے گرانی میری

گرد بادِ رہِ بیتابی ہوں +
صرصرِ شوق ہے بانی میری

دہن اس کا جو نہ معلوم ہوا
کھل گئی ہیچمدانی میری

۱۷۱

کر دیا ضعف نی عاجز غالب
ننگ پیری ہی جوانی میری

نقش نازِ بتِ طناز بآغوشِ رقیب
پای طاؤس پی خامۂ مانی مانگے

تو وہ بدخو کہ تحیر کو تماشا جانے
غم وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

۱۷۲

وہ تپِ عشق تمنا ہی کہ پھر صورتِ شمع
شعلہ تا نبضِ جگر ریشہ دوانی مانگے

گلشن کو تری صحبت از بسکہ خوش آئی ہی
ہر غنچے کا گل ہونا آغوش کشائی ہے

وان کنگرِ استغنا ہر دم ہی بلندی پر
یان نالہ کو اور الٹا دعوای رسائی ہی

۱۷۳

از بسکہ سکھاتا ہی غم ضبط کی اندازی
جو داغ نظر آیا اک چشم نمائی ہے

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی
لکھدیجیو یارب اوسی قسمت مین عدو کی

اچھا ہے سرِ انگشتِ حنائی کا تصور
دل مین نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی

کیون ڈرتی ہو عشاق کی بیحوصلگی سی
یان تو کوئی سنتا نہین فریاد کسو کی

دشنے نے کبھی منہ نہ لگایا ہو جگر کو
خنجر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو گلو کی

۱۷۴

صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سی غالب
حسرت مین رہی ایک بتِ عربدہ جو کی

سیماب پشت گرمیِ آئینہ دے ہے ہم
حیران کیے ہوے ہین دلِ بیقرار کے

۱۷۵

آغوشِ گل کشودہ برای وداع ہے
ای عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے

ہی وصل ہجر عالمِ تمکین و ضبط مین
معشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہیے

۱۷۶

اوس لب سی مل ہی جائیگا بوسہ کبھی تو ہان
شوقِ فضول و جرأتِ رندانہ چاہیے

چاہیے اچھون کو جتنا چاہیے
یہ اگر چاہین تو پھر کیا چاہیے

صحبتِ رندان سی واجب ہی حذر
جاے مے اپنے کو کھینچا چاہیے

چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل
بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیے

چاک مت کر جیب بے ایام گل
کچھ اودھر کا بھی اشارا چاہیے

دوستی کا پردہ ہی بیگانگی
منہ چھپانا ہمسے چھوڑا چاہیے

دشمنی نے میری کھویا غیر کو
کسقدر دشمن ہے دیکھا چاہیے

اپنی رسوائی مین کیا چلتی ہی سعی
یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے

منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید
نا امیدی اوسکی دیکھا چاہیے

غافل ان مہ طلعتون کیواسطے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

۱۷۷

چاہتے ہین خوبرویون کو اسد
آپکی صورت تو دیکھا چاہیے

ہر قدم دوریِ منزل ہی نمایان مجھسے
میری رفتار سی بھاگی ہی بیابان مجھسے

درسِ عنوانِ تماشا بتغافل خوشتر
ہے نگہ رشتۂ شیرازۂ مژگان مجھسے

وحشتِ آتشِ دل سی شبِ تنہائی مین
صورتِ دود رہا سایہ گریزان مجھسے

غمِ عشاق نہو سادگی آموزِ بتان
کسقدر خانۂ آئینہ ہے ویران مجھسے

اثرِ آبلہ سی جادۂ صحرائے جنون
صورتِ رشتۂ گوہر ہی چراغان مجھسے

بیخودی بسترِ تمہیدِ فراغت ہوجو
پر ہی سایی کیطرح میرا شبستان مجھسے

شوقِ دیدار مین گر تو مجھے گردن مارے
ہو نگہ مثلِ گلِ شمع پریشان مجھسے

بیکسیہاے شبِ ہجر کی وحشت ہی ہی
سایہ خورشیدِ قیامت مین ہی پنہان مجھسے

گردش ساغر صد جلوۂ رنگین تجھ سے | آئینہ داری یک دیدۂ حیران مجھ سے

نگہ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسد
ہے چراغان خس و خاشاک گلستان مجھ سے

۱۷۸

نکتہ چین ہے غم دل اوسکو سنائے نہ بنے | کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے

مین بولاتا تو ہون اوسکو مگر اے جذبۂ دل | اوس پہ بنجائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

کھیل سمجھا ہے کہین چھوڑ نہ دے بھول نجائے | کاش یون بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

غیر پھرتا ہے لیے یون ترے خط کو کہ اگر | کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہین تو کیا | ہاتھ آوین تو اونھین ہاتھ لگائے نہ بنے

کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کسکی ہے | پردہ چھوڑا ہے وہ اوسنے کہ اوٹھائے نہ بنے

موت کی راہ نہ دیکھون کہ بن آئے نہ رہے | تمکو چاہون کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے

بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اوٹھائے نہ اوٹھے | کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

عشق پر زور نہین ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

۱۷۹

چاک کی خواہش اگر وحشت بعریانی کرے | صبح کے مانند زخم دل گریبانی کرے

جلوہ کا تیرے وہ عالم ہے کہ گر کیجے خیال | دیدۂ دل کو زیارت گاہ حیرانی کرے

ہے شکستن سے بھی دل نومید یارب کب تلک | آبگینہ کوہ پر عرض گران جانی کرے

میکدہ گر چشم مست ناز سے پاوے شکست | موے شیشہ دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

خط عارض سے لکھا ہے زلف کو الفت نے عہد
یکقلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے

۱۸۰

وہ آکے خواب مین تسکین اضطراب تو دے | ولے مجھے تپش دل مجال خواب تو دے

کرے ہے قتل لگاوٹ مین تیرا رو دینا | تری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے

دکھا کے جنبشِ لب ہی تمام کر ہمکو
نہ دے جو بوسہ تو منہ سی کہین جواب تو دی

پلا دے اوک سی ساقی جو ہمسی نفرت ہے
پیالہ گر نہین دیتا نہ دی شراب تو دی

اسد خوشی سی مری ہاتہ پانون پھول گئی
کہا جو اسنے ذرا میرے پانون داب تو دی

١٨١

تپش سی میری وقفِ کشمکش ہر تارِ بستر ہے
مرا سر رنجِ بالین ہے مرا تن بارِ بستر ہے

سرشکِ سر بصحرا دادہ نور العینِ دامن ہے
دلِ بیدست و پا افتادہ برخوردارِ بستر ہے

خوشا اقبالِ رنجوری عیادت کو تم آئی ہو
فروغِ شمعِ بالین طالعِ بیدارِ بستر ہے

بطوفان گاہ جوشِ اضطرابِ شامِ تنہائی
شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر تارِ بستر ہے

ابھی آتی ہی بو بالش سی اسکی زلفِ مشکین کی
ہماری دید کو خوابِ زلیخا عارِ بستر ہے

کہون کیا دل کی کیا حالت ہی ہجرِ یار مین غالب
کہ بیتابی سے ہر یک تارِ بستر خارِ بستر ہے

١٨٢

خطر ہے رشتۂ الفت رگِ گردن نہ ہو جاوے
غرورِ دوستی آفت ہی تو دشمن نہ ہو جاوے

سمجھ اس فصل مین کوتاہیِ نشو و نما غالب
اگر گل سرو کی قامت پہ پیراہن نہ ہو جاوی

١٨٣

فریاد کی کوئی لے نہین ہے
نالہ پابندِ نے نہین ہے

کیون بوتے ہین باغبان تونبے
گر باغ گدائے مے نہین ہے

ہرچند ہر ایک شے مین تو ہے
پر تجھسے تو کوئی شے نہین ہے

ہان کھائیو مت فریبِ ہستی
ہرچند کہین کہ ہے نہین ہے

شادی سے گذر کہ غم نہووے
اردی جو نہ ہو تو دی نہین ہے

کیون ردِ قدح کرے ہے زاہد
مے ہے یہ مگس کی قے نہین ہے

ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب
آخر تو کیا ہے اے نہین ہے

۱۸۴ نپوچھ نسخہ مرہم جراحت دل کا
کہ اوسمین ریزہ الماس جزو اعظم ہے

بہت دنون مین تغافل نے تیرے پیدا کی
وہ اک نگہہ کہ بظاہر نگاہ سے کم ہے ۱۸۵

ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہین کرتے
مرتے ہین ولے اونکی تمنا نہین کرتے

درپردہ اونھین غیر سے ہے ربط نہانی
ظاہر کا یہ پردا ہے کہ پردا نہین کرتے

یہ باعث نومیدی ارباب ہوس ہے
غالب کو برا کہتے ہو اچھا نہین کرتے ۱۸۶

کرے ہے بادہ ترے لب سے کسب رنگ فروغ
خط پیالہ سراسر نگاہ گلچین ہے

کبھی تو اس دل شوریدہ کی بھی داد ملے
کہ ایک عمر سے حسرت پرست بالین ہے

بجا ہے گر نہ سنے نالہاے بلبل زار
کہ گوش گل نم شبنم سے پنبہ آگین ہے

اسد ہے نزع مین چل بیوفا براے خدا
مقام ترک حجاب و وداع تمکین ہے ۱۸۷

کیون نہو چشم بتان محو تغافل کیون نہو
یعنی اس بیمار کو نظارہ سے پرہیز ہے

مرتے مرتے دیکھنے کی آرزو رہ جائیگی
واے ناکامی کہ اوس کافر کا خنجر تیز ہے

عارض گل دیکھ روے یار یاد آیا اسد
جوشش فصل بہاری اشتیاق انگیز ہے ۱۸۸

دیا ہے دل اگر اوسکو بشر ہے کیا کہیے
ہوا رقیب تو ہو نامہ بر ہے کیا کہیے

یہ ضد کہ آج نہ آوے اور آئے بن نہ رہے
قضا سے شکوہ ہمین کسقدر ہے کیا کہیے

رہے ہے یون گہ و بیگہ کہ کوے دوست کو اب
اگر نہ کہیے کہ دشمن کا گھر ہے کیا کہیے

زہے کرشمہ کہ یون دے رکھا ہے ہمکو فریب
کہ بن کہے ہی اونھین سب خبر ہے کیا کہیے

سمجھ کے کرتے ہین بازار مین وہ پرسش حال
کہ یہ کہے کہ سر رہگذر ہے کیا کہیے

تمہین نہین سر رشتۂ وفا کا خیال
ہمارے ہاتہ مین کچھ ہے مگر ہے کیا کہیے

انہین سوال پہ زعم جنون ہے کیون لڑیے
ہمین جواب سے قطع نظر ہے کیا کہیے

حسد سزاے کمال سخن ہے کیا کیجیے
ستم بہاے متاع ہنر ہے کیا کہیے

۱۸۹

کہا کسی نے کہ غالب برا نہین لیکن
سواے اسکے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیے

دیکھکر در پردہ گرم دامن افشانی مجھے
کر گئی وابستۂ تن میری عریانی مجھے

بنگیا تیغ نگاہ یار کا سنگ فسان
مرحبا مین کیا مبارک ہے گرانجانی مجھے

کیون نہو بے التفاتی اوسکی خاطر جمع ہے
جانتا ہے محو پرسشہاے پنہانی مجھے

میرے غمخانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی
لکھدیا منجملۂ اسباب ویرانی مجھے

بدگمان ہوتا ہے وہ کافر نہوتا کاشکے
اسقدر ذوق نواے مرغ بستانی مجھے

واے وان بھی شور محشر نے نہ دم لینے دیا
لیگیا تھا گور مین ذوق تن آسانی مجھے

وعدہ آنیکا وفا کیجیے یہ کیا انداز ہے
تمنے کیون سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے

ہان نشاط آمد فصل بہاری واہ واہ
پھر ہوا ہے تازہ سوداے غزلخوانی مجھے

۱۹۰

دی مرے بھائی کو حق نے از سر نو زندگی
میرزا یوسف ہے غالب یوسف ثانی مجھے

یاد ہے شادی مین بھی ہنگامۂ یارب مجھے
سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے

ہے کشادہ خاطر وابستہ در رہن سخن
تھا طلسم قفل ابجد خانۂ مکتب مجھے

یارب اس آشفتگی کی داد کس سے چاہیے
رشک آسایش پہ ہے زندانیونکی اب مجھے

طبع ہے مشتاق لذتہاے حسرت کیا کرون
آرزو سے ہے شکست آرزو مطلب مجھے

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے
عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

حضور شاہ مین اہل سخن کی آزمایش ہے
چمن مین خوش نوایان چمن کی آزمایش ہی

قد وگیسو مین قیس وکوہکن کی آزمایش ہے
جہان ہم ہین وہان دار ورسن کی آزمایش ہے

کرینگے کوہکن کے حوصلہ کا امتحان آخر
ہنوز اوس خستہ کی نیروی تن کی آزمایش ہے

نسیم مصر کو کیا پیر کنعان کی ہواخواہی
اوسی یوسف کی بوی پیرہن کی آزمایش ہے

وہ آیا بزم مین دیکھو نہ کہیو پھر کہ غافل تھے
شکیب وصبر اہل انجمن کی آزمایش ہے

رہے دل مین ہی تیر اچھا جگر کے پار ہو بہتر
غرض شست بت ناوک فگن کی آزمایش ہے

نہین کچھ سبحہ وزنار کے پھندے ہی مین گیرائی
وفاداری مین شیخ وبرہمن کی آزمایش ہے

پڑا رہ اے دل وابستہ بیتابی سی کیا حاصل
مگر پھر تاب زلف پرشکن کی آزمایش ہی

رگ وپی مین جب اوترے زہر غم تب دیکھیی کیا ہو
ابھی تو تلخی کام ودہن کی آزمایش ہے

وہ آوینگے مرے گھر وعدہ کیسا دیکھنا غالب
نئے فتنون مین اب چرخ کہن کی آزمایش ہے

۱۹۲

کبھی نیکی بھی اوسکے جی مین گر آجاہی ہی مجھسی
جفائین کرکے اپنی یاد شرما جاہی ہی مجھسی

خدایا جذبہ دل کی مگر تاثیر اولٹی ہے
کہ جتنا کھینچتا ہون اور کھنچتا جاہی ہی مجھسی

وہ بدخو اور میری داستان عشق طولانی
عبارت مختصر قاصد بھی گھبرا جاہی ہی مجھسی

اودھر وہ بدگمانی ہے ادھر یہ ناتوانی ہے
نہ پوچھا جاہی ہے اوس سی نہ بولا جاہی ہی مجھسی

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ دامان خیال یار چھوٹا جاہی ہے مجھسی

تکلف برطرف نظارگی مین بھی سہی لیکن
وہ دیکھا جاہی کب یہ ظلم دیکھا جاہی ہی مجھسی

ہوی ہین پاون ہی پہلے نبرد عشق مین زخمی
نہ بھاگا جاہی ہے مجھسی نہ ٹھہرا جاہی ہی مجھسی

قیامت ہے کہ ہووی مدعی کا ہمسفر غالب
وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جاہی ہی مجھے

۱۹۳

زبسکہ مشق تماشا جنون علامت ہے
گشاد وبست مژہ سیلی ندامت ہے

سمجھا ہون کیونکہ ہے دل ابھی بجھی
کیجیے کیا آپ نے سمجھی ورنہ ملامت ہے

بپیچ و تاب ہوس سلک عافیت مت توڑ
نگاہ عجز سر رشتۂ سلامت ہے

۱۹۴

وفا مقابل و دعوائے عشق بے بنیاد
جنون ساختہ و فصل گل قیامت ہے

لاغر اتنا ہون کہ گر تو بزم مین جا دے مجھے
میرا ذمہ دیکھکر گر کوئی بتلا دے مجھے

کیا تعجب ہے کہ اوسکو دیکھکر آجائے رحم
وان تلک کوئی کسی حیلے سے پہونچا دے مجھے

منہہ نہ دکھلاوے نہ دکھلا پر باندازِ عتاب
کھولکر پردہ ذرا آنکھین ہی دکھلا دے مجھے

۱۹۵

یان تلک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ مین
زلف گر بنجاؤن تو شانے مین اولجھا دے مجھے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

اک کھیل ہے اورنگ سلیمان مرے نزدیک
اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

جز نام نہین صورتِ عالم مجھے منظور
جز وہم نہین ہستیِ اشیا مرے آگے

ہوتا ہے نہان گرد مین صحرا مرے ہوتے
گھستا ہے جبین خاک پہ دریا مرے آگے

مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے
تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے

سچ کہتے ہو خودبین و خودآرا ہون نکیون ہون
بیٹھا ہے بت آئینہ سیما مرے آگے

پھر دیکھیے انداز گل افشانیِ گفتار
رکھدے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے

نفرت کا گمان گذرے ہے مین رشک سے گذرا
کیونکر کہون لو نام نہ اونکا مرے آگے

ایمان مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

عاشق ہون پہ معشوق فریبی ہے مرا کام
مجنون کو برا کہتی ہے لیلا مرے آگے

خوش ہوتے ہین پر وصل مین یون مر نہین جاتے
آئی شبِ ہجران کی تمنا مرے آگے

ہے موجزن اک قلزم خون کاش یہی ہو
آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے

گو ہاتھ کو جنبش نہین آنکھون مین تو دم ہے | رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

۱۹۶

ہم پیشہ و ہم مشرب و ہمراز ہے میرا
غالب کو برا کیون کہو اچھا مرے آگے

کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے | تمہین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے
نہ کہیو طعن سے پھر تم کہ ہم ستمگر ہین | مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہیے
وہ نیشتر سہی پر دل مین جب اوتر جاوے | نگاہ ناز کو پھر کیون نہ آشنا کہیے
نہین ذریعۂ راحت جراحت پیکان | وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دلکشا کہیے
جو مدعی بنے اوسکے نہ مدعی بنیے + | جو نا سزا کہے اوسکو نہ ناسزا کہیے
کہین حقیقت جانکاہی مرض لکھیے | کہین مصیبت ناسازی دوا کہیے
کبھی شکایت رنج گران نشین کیجے | کبھی حکایت صبر گریز پا کہیے
رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے | کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے
نہین نگار کو الفت نہو نگار تو ہے | روانی روش و مستی ادا کہیے
نہین بہار کو فرصت نہو بہار تو ہے | طراوت چمن و خوبی ہوا کہیے +

۱۹۷

سفینہ جبکہ کنارے پہ آلگا غالب
خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے | دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے
صرف بہائے مے ہوے آلات میکشی | تھے یہ ہی دو حساب سو یون پاک ہو گئے
رسوائے دہر گو ہوے آوارگی سے تم | بارے طبیعتون کے تو چالاک ہو گئے
کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر + | پردے مین گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے
پوچھے ہے کیا وجود و عدم اہل شوق کا | آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے
کرنے گئے تھے اوس سے تغافل کا ہم گلا | کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے

۱۹۸

اس رنگ سے اوٹھائی کل اونسے اسد کی نعش
دشمن بھی جسکو دیکھکے غمناک ہو گئے

نشہ ہا شاداب رنگ و ساز ہا مست طرب — شیشۂ مے سرو سبز جوئبار نغمہ ہے

۱۹۹

ہمنشین مت کہہ کہ برہم کر نہ بزم عیش دوست
وان تو میرے نالے کو بھی اعتبار نغمہ ہے

عرض ناز شوخی دندان برای خندہ ہے — دعوی جمعیت احباب جای خندہ ہے
ہے عدم مین غنچہ محو عبرت انجام گل — یک جہان زانو تامل در قفای خندہ ہے
کلفت افسردگی کو عیش بیتابی حرام — ورنہ دندان در دل افشردن بنای خندہ ہے

۲۰۰

سوزش باطن کے ہین احباب منکر ورنہ یان
دل محیط گریہ و لب آشنای خندہ ہے

حسن بے پردہ خریدار متاع جلوہ ہے — آئینہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہے

۲۰۱

تا کجا اے آگہی رنگ تماشا باختن
چشم وا گردیدہ آغوش وداع جلوہ ہے

جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی — مشکل کہ تجھسے راہ سخن وا کرے کوئی
عالم غبار وحشت مجنون ہے سر بسر — کب تک خیال طرۂ لیلا کرے کوئی
افسردگی نہین طرب انشای التفات — ہان درد بنکے دلمین مگر جا کرے کوئی
رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے — آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی
چاک جگر سے جب رہ پرسش نہ وا ہوئی — کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی
لخت جگر سے ہے رگ ہر خار شاخ گل — تا چند باغبانی صحرا کرے کوئی
ناکامی نگاہ ہے برق نظارہ سوز — تو وہ نہین کہ تجھکو تماشا کرے کوئی
ہر سنگ و خشت ہے صدف گوہر شکست — نقصان نہین جنون سے جو سودا کرے کوئی

سر بر ہوئی نہ وعدۂ صبر آزما سے عمر
فرصت کہان کہ تیری تمنا کرے کوئی

ہے وحشتِ طبیعتِ ایجاد یاس خیز
یہ درد وہ نہین کہ نہ پیدا کرے کوئی

بیکاریِ جنون کو ہے سر پیٹنے کا شغل
جب ہاتھ ٹوٹ جائین تو پھر کیا کرے کوئی

حسنِ فروغِ شمعِ سخن دور ہے اسد
پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

شرع و آئین پر مدار سہی
ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی

چال جیسے کڑی کمان کا تیر
دل مین ایسے کہ جا کرے کوئی

بات پر وان زبان کٹتی ہے
وہ کہین اور سنا کرے کوئی

بک رہا ہون جنون مین کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

نہ سنو گر برا کہے کوئی
نہ کہو گر برا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی

کون ہے جو نہین ہے حاجتمند
کس کی حاجت روا کرے کوئی

کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کسے رہنما کرے کوئی

جب توقع ہی اوٹھ گئی غالب
کیون کسی کا گلا کرے کوئی

بہت سہی غمِ گیتی شراب کم کیا ہے
غلامِ ساقیِ کوثر ہون مجھکو غم کیا ہے

تمھاری طرز و روش جانتے ہین ہم کیا ہے
رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے

سخن مین خامۂ غالب کی آتش افشانی
یقین ہے ہمکو بھی لیکن اب اوسمین دم کیا ہے

باغ پا کر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے
سایۂ شاخِ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

جوہرِ تیغ بہ سرچشمۂ دیگر معلوم
ہون مین وہ سبزہ کہ زہراب اگاتا ہے مجھے

مدعا محوِ تماشائے شکستِ دل ہے
آئینہ خانے مین کوئی لیے جاتا ہے مجھے

نالہ سرمایۂ یک عالم و عالم کفِ خاک
آسمان بیضۂ قمری نظر آتا ہے مجھے

زندگی مین تو وہ محفل سے اوٹھا دیتے تھے
دیکھون اب مر گئے پر کون اوٹھاتا ہے مجھے

روندی ہوئی ہے کوکبۂ شہریار کی
اترائے کیون نہ خاک سرِ رہگزار کی

جب اوسکے دیکھنے کے لیے آئین بادشاہ
لوگون مین کیون نمود نہ ہو لالہ زار کی

بھوکے نہین ہین سیرِ گلستان کے ہم ولے
کیونکر نہ کھائیے کہ ہوا ہے بہار کی

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

ڈرے کیون میرا قاتل کیا رہیگا اوسکی گردن پر
وہ خون جو چشمِ تر سے عمر بھر یون دم بدم نکلے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہین لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

بھرم کھل جائے ظالم تیری قامت کی درازی کا
اگر اس طرۂ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

مگر لکھوائے کوئی اوسکو خط تو ہمسے لکھوائے
ہوئی صبح اور گھر سے کان پر رکھکر قلم نکلے

ہوئی اس دور مین منسوب مجھسے بادہ آشامی
پھر آیا وہ زمانہ جو جہان مین جامِ جم نکلے

ہوئی جنسے توقع خستگی کی داد پانیکی
وہ ہمسے بھی زیادہ خستۂ تیغِ ستم نکلے

محبت مین نہین ہے فرق جینے اور مرنے کا
اوسی کو دیکھکر جیتے ہین جس کافر پہ دم نکلے

کہان میخانہ کا دروازہ غالب اور کہان واعظ
پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

کوہ کے ہون بارِ خاطر گر صدا ہو جائیے
بے تکلف اے شرارِ جستہ کیا ہو جائیے

بیضہ آسا ننگِ بال و پر ہے یہ کنجِ قفس
از سرِ نو زندگی ہو گر رہا ہو جائیے

مستی بذوقِ غفلتِ ساقی ہلاک ہے
موجِ شراب یک مژۂ خوابناک ہے

جز زخمِ تیغِ ناز نہین دل مین آرزو
جیبِ خیال بھی ترے ہاتھون سے چاک ہے

جوشِ جنون سے کچھ نظر آتا نہین اسد
صحرا ہماری آنکھ مین یک مشتِ خاک ہے

۲۰۸

لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گہوارہ جنبانی
قیامت کشتۂ لعلِ بتاں کا خوابِ سنگیں ہے

آمدِ سیلابِ طوفانِ صدائے آب ہے
نقشِ پا جو کان میں رکھتا ہے انگلی جادہ سے

بزمِ مے وحشت کدہ ہے کس کی چشمِ مست کا
شیشے میں نبضِ پری پنہاں ہے موجِ بادہ سے

ہوں میں بھی تماشائیِ نیرنگِ تمنا
مطلب نہیں کچھ اس سے کہ مطلب ہی بر آوے

۲۰۹

سیاہی جیسے گر جاوے دمِ تحریر کاغذ پر
مری قسمت میں یوں تصویر ہے شبہائے ہجراں کی

ہجومِ نالہ حیرت عاجزِ عرضِ یک افغاں ہے
خموشی ریشۂ صد نیستاں سے خس بدنداں ہے

تکلف برطرف ہے جاں ستاں تر لطفِ بدخویاں
نگاہِ بے حجابِ ناز تیغِ تیزِ عریاں ہے

ہوئی یہ کثرتِ غم سے تلف کیفیتِ شادی
کہ صبحِ عید مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے

دل و دیں نقد لا ساقی سے گر سودا کیا چاہے
کہ اس بازار میں ساغر متاعِ دست گرداں ہے

۲۱۰

غم آغوشِ بلا میں پرورش دیتا ہے عاشق کو
چراغِ روشن اپنا قلزمِ صرصر کا مرجاں ہے

خموشیوں میں تماشا ادا نکلتی ہے
نگاہ دل سے ترے سرمہ سا نکلتی ہے

فشارِ تنگیِ خلوت سے بنتی ہے شبنم
صبا جو غنچے کے پردے میں جا نکلتی ہے

۲۱۱

نہ پوچھ سینۂ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ
کہ زخمِ روزنِ در سے ہوا نکلتی ہے

جس جا نسیم شانہ کشِ زلفِ یار ہے
نافہ دماغِ آہوئے دشتِ تتار ہے

کس کا سراغِ جلوہ ہے حیرت کو اے خدا
آئینہ فرشِ شش جہت انتظار ہے

ہے ذرہ ذرہ تنگیِ جا سے غبارِ شوق
گر دام یہ ہے وسعتِ صحرا شکار ہے

دل مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ
نظارہ کا مقدمہ پھر روبکار ہے

چھڑکی ہے شبنم آئینۂ برگ گل پہ آب
اے عندلیب وقت وداع بہار ہے

پیچ آپڑی ہے وعدۂ دلدار کی مجھے
وہ آئے یا نہ آئے پہ یان انتظار ہے

بے پردہ سوی وادیِ مجنون گذر نہ کر
ہر ذرہ کی نقاب مین دل بیقرار ہے

ای عندلیب یک کفِ خس بہر آشیان
طوفان آمد آمد فصل بہار ہے

دل مت گنوا خبر نہ سہی سیر ہی سہی
اے بیدماغ آئینہ تمثال دار ہے

غفلت کفیل عمر و اسد ضامن نشاط
اے مرگ ناگہان تجھے کیا انتظار ہے

۲۱۲

آئینہ کیون نہ دون کہ تماشا کہین جسے
ایسا کہان سے لاؤن کہ تجھسا کہین جسے

حسرت نے لا رکھا تری بزم خیال مین
گلدستۂ نگاہ سویدا کہین جسے

پھونکا ہے کس نے گوش محبت مین اے خدا
افسون انتظار تمنا کہین جسے

سر پر ہجوم درد غریبی سے ڈالیے
وہ ایک مشت خاک کہ صحرا کہین جسے

ہے چشم تر مین حسرت دیدار سے نہان
شوق عنان گسیختہ دریا کہین جسے

درکار ہے شگفتن گلہاے عیش کو
صبح بہار پنبۂ مینا کہین جسے

غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہین جسے

۲۱۳

شبنم بہ گل لالہ نہ خالی ز ادا ہے
داغ دل بیدرد نظرگاہ حیا ہے

دل خون شدۂ کشمکش حسرت دیدار
آئینہ بدست بت بدمست حنا ہے

شعلے سے نہوتی ہوس شعلہ نے جو کی
جی کسقدر افسردگی دل پہ جلا ہے

تمثال مین تیری ہے وہ شوخی کہ بصد ذوق
آئینہ بہ انداز گل آغوش کشا ہے

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ
اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے

خو نے تری افسردہ کیا وحشت دل کو
معشوقی و بے حوصلگی طرفہ بلا ہے

مجبوری و دعوائے گرفتاری الفت
دست تہ سنگ آمدہ پیمان وفا ہے

معلوم ہوا حال شہیدان گذشتہ
تیغ ستم آئینہ تصویر نما ہے

اے پرتو خورشید جہانتاب ادھر بھی
سایہ کی طرح ہم پہ عجب وقت پڑا ہے

ناکردہ گناہونکی بھی حسرت کی ملے داد
یارب اگر ان کردہ گناہون سزا ہے

بیگانگی خلق سے بیدل نہو غالب
کوئی نہین تیرا تو مری جان خدا ہے

۲۱۴ ی

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی

اک خونچکان کفن مین کروڑون بناؤ ہین
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدون پہ حور کی

واعظ نہ تم پیو نہ کسیکو پلا سکو
کیا بات ہے تمھاری شراب طہور کی

لڑتا ہے مجھ سے حشر مین قاتل کہ کیون اوٹھا
گویا ابھی سنی نہین آواز صور کی

آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج
اوڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

گو وان نہین پہ وانکے نکالے ہوئے تو ہین
کعبہ سے ان بتونکو بھی نسبت ہے دور کی

کیا فرض ہے کہ سبکو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کرین کوہ طور کی

گرمی سہی کلام مین لیکن نہ اسقدر
کی جس سے بات اوسنے شکایت ضرور کی

غالب گر اس سفر مین مجھے ساتھ لے چلین
حج کا ثواب نذر کرونگا حضور کی

۲۱۵ ی

غم کھانے مین بودا دل ناکام بہت ہے
یہ رنج کہ کم ہے مے گلفام بہت ہے

کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ
ہے یون کہ مجھے درد تہ جام بہت ہے

نے تیر کمان مین ہے نہ صیاد کمین مین
گوشہ مین قفس کے مجھے آرام بہت ہے

کیا زہد کو مانون کہ نہو گرچہ ریائی
پاداش عمل کی طمع خام بہت ہے

ہین اہل خرد کس روش خاص پہ نازان
پابستگی رسم و رہ عام بہت ہے

زمزم ہی پہ چھوڑو مجھے کیا طوف حرم سے
آلودہ بہ مے جامۂ احرام بہت ہے

ہے قہر گر اب بھی نہ بنے بات کہ اونکو
انکار نہین اور مجھے ابرام بہت ہے

خون ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکا نہین اے مرگ
رہنے دے مجھے یان کہ ابھی کام بہت ہے

ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے
شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

۲۱۶

مدت ہوئی ہے یار کو مہمان کیے ہوئے
جوش قدح سے بزم چراغان کیے ہوئے

کرتا ہون جمع پھر جگر لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہے دعوت مژگان کیے ہوئے

پھر وضع احتیاط سے رکنے لگا ہے دم
برسون ہوئے ہین چاک گریبان کیے ہوئے

پھر گرم نالہا شرر بار ہے نفس
مدت ہوئی ہے سیر چراغان کیے ہوئے

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق
سامان صد ہزار نمکدان کیے ہوئے

پھر بھر رہا ہے خامۂ مژگان بخون دل
ساز چمن طرازی دامان کیے ہوئے

باہم دگر ہوئے ہین دل و دیدہ پھر رقیب
نظارہ و خیال کا سامان کیے ہوئے

دل پھر طواف کوے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنم کدہ ویران کیے ہوئے

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب
عرض متاع عقل و دل و جان کیے ہوئے

دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال
صد گلستان نگاہ کا سامان کیے ہوئے

پھر چاہتا ہون نامۂ دلدار کھولنا
جان نذر دلفریبی عنوان کیے ہوئے

مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس
زلف سیاہ رخ پہ پریشان کیے ہوئے

چاہے ہے پھر کسی کو مقابل مین آرزو
سرمے سے تیز دشنۂ مژگان کیے ہوئے

اک نوبہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ
چہرہ فروغ مے سے گلستان کیے ہوئے

پھر جی مین ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہین
سر زیر بار منت دربان کیے ہوئے

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن	بیٹھے رہین تصور جانان کیے ہوے

۲۱۷

غالب ہمین نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہین ہم تہیۂ طوفان کیے ہوے

نوید امن ہے بیداد دوست جان کے لیے	رہی نہ طرز ستم کوئی آسمان کے لیے
بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خون ہے	رکھون کچھ اپنی بھی مژگان خونفشان کے لیے
وہ زندہ ہم ہین کہ ہین روشناس خلق اے خضر	نہ تم کہ چور بنے عمر جاودان کے لیے
رہا بلا مین بھی مین مبتلاے آفت رشک	بلاے جان ہے ادا تیری اک جہان کے لیے
فلک نہ دور رکھ اوس سے مجھے کہ مین ہی نہین	دراز دستی قاتل کے امتحان کے لیے
مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر	کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لیے
گدا سمجھکر وہ چپ تھا مری خوشامد سے	اوٹھا اور اوٹھکے قدم مین نے پاسبان کے لیے
بقدر شوق نہین ظرف تنگناے غزل	کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیان کے لیے
دیا ہے خلق کو بھی تا اوسے نظر نہ لگے	بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لیے
زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا	کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لیے
نصیر دولت و دین اور معین ملت و ملک	بنا ہے چرخ برین جسکے آستان کے لیے
زمانہ عہد مین اوسکے ہے محو آرایش	بنین گے اور ستارے اب آسمان کے لیے
ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے	سفینہ چاہیے اس بحر بیکران کے لیے

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلاے عام ہے یاران نکتہ دان کے لیے

تمام ہوئین یہانتک غزلین دیوان غالب کی اب آگے قصائد اور قطعات ہین

قصاید

ساز یکذرہ نہین فیض چمن سے بیکار / سایۂ لالۂ بیداغ سویدای بہار
مستی باد صبا سے ہے بعرض سبزہ / ریزۂ شیشۂ مے جوہر تیغ کہسار
سبز ہے جام زمرد کیطرح داغ پلنگ / تازہ ہے ریشۂ نارنج صفت روی شرار
مستی ابر سے گلچین طرب ہی حسرت / کہ اس آغوش مین ممکن ہی دو عالم کا فشار
کوہ و صحرا ہمہ معموری شوق بلبل / راہ خوابیدہ ہوی خندۂ گل سے بیدار
سونپی ہے فیض ہوا صورت مژگان یتیم / سرنوشت دوجہان ابر بیک سطر غبار
کاٹکے پھینکیے ناخن تو بانداز ہلال / قوت نامیہ اوسکو بھی نچھوڑے بیکار
کف ہر خاک بگردون شدہ قمری پرواز / دام ہر کاغذ آتش زدہ طاوس شکار
میکدہ مین ہو اگر آرزو گلچینی / بھول جا یک قدح بادہ بطاق گلزار
موج گل ڈھونڈ بخلوتکدۂ غنچۂ باغ / گم کرے گوشۂ میخانہ مین گر تو دستار
کھینچے گر مانی اندیشہ چمن کی تصویر / سبز مثل خط نوخیز ہو خط پرکار
لعل سے کی ہی پے زمزمۂ مدحت شاہ / طوطی سبزۂ کہسار نے پیدا منقار
وہ شہنشاہ کہ جسکی پے تعمیر سرا / چشم جبریل ہوئی قالب خشت دیوار
فلک العرش ہجوم خم دوش مزدور / رشتۂ فیض ازل ساز طناب معمار
سبزۂ نہ چمن و یک خط پشت لب بام / رفعت ہمت صد عارف و یک اوج حصار
وان کی خاشاک سے حاصل ہو جسے یک پر کاہ / وہ رہے مروحۂ بال پری سے بیزار
خاک صحرای نجف جوہر سیر عرفا / چشم نقش قدم آئینۂ بخت بیدار
ذرہ اوس گرد کا خورشید کو آئینۂ ناز / گرد اوس دشت کی امید کو احرام بہار
آفرینش کو ہی وان سے طلب مستی ناز / عرض خمیازۂ ایجاد ہے ہر موج غبار

مطلع ثانی

فیض سے تیرے ہی اے شمع شبستان بہار
دل پروانہ چراغان پر بلبل گلزار

شکل طاؤس کرے آئینہ خانہ پرواز
ذوق مین جلوہ کے تیرے بہوائے دیدار

تیری اولاد کے غم سے ہی بروئے گردون
سلک اختر مین مہ نو مژہ گوہر بار

ہم عبادت کو ترا نقش قدم مہر نماز
ہم ریاضت کو ترے حوصلہ سے استظہار

مدح مین تیری نہان زمزمۂ نعت نبی
جام سے تیرے عیان بادۂ جوش اسرار

جوہر دست دعا آئینہ یعنے تاثیر
یکطرف نازش مژگان و دگر سو غم خار

مردمک سے ہو عزاخانۂ اقبال نگاہ
خاک در کی تری جو چشم نہو آئینہ دار

دشمن آل نبی کو بطرب خانۂ دہر
عرض خمیازۂ سیلاب ہو طاق دیوار

دیدہ تا دل اسد آئینۂ یک پرتو شوق
فیض معنی سے خط ساغر راقم سرشار

قصیدہ

دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہین
ہم کہان ہوتے اگر حسن نہوتا خودبین

بیدلیہا سے تماشا کہ نہ عبرت ہی نہ ذوق
بیکسیہا سے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دین

ہرزہ ہے نغمۂ زیر و بم ہستی و عدم
لغو ہے آئینۂ فرق جنون و تمکین

نقش معنی ہمہ خمیازۂ عرض صورت
سخن حق ہمہ پیمانۂ ذوق تحسین

لاف دانش غلط و نفع عبادت معلوم
درد یک ساغر غفلت ہی چہ دنیا و چہ دین

مثل مضمون وفا باد بدست تسلیم
صورت نقش قدم خاک بفرق تمکین

عشق بیربطی شیرازۂ اجزائے حواس
وصل زنگار رخ آئینۂ حسن یقین

کوہکن گرسنہ مزدور طربگاہ رقیب
بیستون آئینۂ خواب گران شیرین

کسنے دیکھا نفس اہل وفا آتش خیز
کسنے پایا اثر نالۂ دلہائے حزین

سامع زمزمۂ اہل جہان ہون لیکن — نہ سر و برگ ستایش نہ دماغ نفرین

کس قدر ہرزہ سرا ہون کہ عیاذاً باللہ — یک قلم خارج آداب و قار و تمکین

نقش لاحول لکھ اے خامۂ ہذیان تحریر — یا علی عرض کر اے فطرت وسواس قرین

مظہر فیض خدا جان و دل ختم رسل — قبلۂ آل نبی کعبۂ ایجاد یقین

ہو وہ سرمایۂ ایجاد جہان گرم خرام — ہر کف خاک ہے وان گردۂ تصویر زمین

جلوہ پرداز ہو نقش قدم اوسکا جس جا — وہ کف خاک ہے ناموس دو عالم کی امین

نسبت نام سے اوسکی ہے یہ رتبہ کہ رہے — ابداً پشت فلک خم شدۂ ناز زمین

فیض خلق اوسکا ہے شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا — بو ہے گل سے نفس باد صبا عطر آگین

برش تیغ کا اوسکی ہے جہان مین چرچا — قطع ہو جاے نہ سر رشتۂ ایجاد کہین

کفر سوز اوسکا وہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے — رنگ عاشق کی طرح رونق بتخانۂ چین

جان پناہا دل و جان فیض رسانا شاہا — وصی ختم رسل تو ہے بفتواے یقین

جسم اطہر کو ترے دوش پیمبر منبر — نام نامی کو ترے ناصیۂ عرش نگین

کس سے ممکن ہے تری مدح بغیر از واجب — شعلۂ شمع مگر شمع پہ باندھے آئین

آستان پر ہے ترے جوہر آئینۂ سنگ — رقم بندگی حضرت جبریل امین

تیرے در کے لیے اسباب نثار آمادہ — خاکیون کو جو خدا نے دیے جان و دل و دین

تیری مدحت کے لیے ہین دل و جان کام و زبان — تیری تسلیم کو ہین لوح و قلم دست و جبین

کس سے ہو سکتی ہے مداحی ممدوح خدا — کس سے ہو سکتی ہے آرایش فردوس برین

جنس بازار معاصی اسد اللہ اسد — کہ سوا تیرے کوئی اوسکا خریدار نہین

شوخی عرض مطالب مین ہے گستاخ طلب — ہے ترے حوصلۂ فضل پہ از بسکہ یقین

دے دعا کو مری وہ مرتبۂ حسن قبول — کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمین

غم شبیر سے ہو سینہ یہان تک لبریز — کہ رہین خون جگر سے مری آنکھین رنگین

طبع کو الفتِ دلدل مین یہ سرگرمیِ شوق
کہ جہانتک چلے اوس سے قدم اور مجھ سے جبین

دلِ الفت نسب و سینۂ توحید فضا
نگہِ جلوہ پرست و نفسِ صدق گزین

صرفِ اعدا اثرِ شعلہ و دودِ دوزخ
وقفِ احباب گل و سنبلِ فردوسِ برین

قصیدہ

ہان مہِ نو سنین ہم اوسکا نام
جسکو تو جھک کے کر رہا ہی سلام

دو دن آیا ہے تو نظر دمِ صبح
یہی انداز اور یہی اندام

بارے دو دن کہان رہا غائب
بندہ عاجز ہے گردشِ ایام

اوڑ کے جاتا کہان کہ تارون کا
آسمان نے بچھا رکھا تھا دام

مرحبا اے سرورِ خاصِ خواص
حبذا اے نشاطِ عامِ عوام

عذر مین تین دن نہ آنے کے
لیکے آیا ہے عید کا پیغام

اوسکو بھولا نہ چاہیے کہنا
صبح جو جاے اور آئے شام

ایک مین کیا کہ سب نے جان لیا
تیرا آغاز اور ترا انجام

رازِ دل مجھسے کیون چھپاتا ہے
مجھکو سمجھا ہے کیا کہین نمّام

جانتا ہون کہ آج دنیا مین
ایک ہی ہے امیدگاہِ انام

مین نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش
غالب اوسکا مگر نہین ہے غلام

جانتا ہون کہ جانتا ہے تو
تب کہا ہے بطرزِ استفہام

مہرِ تابان کو ہو تو ہو اے ماہ
قرب ہر روزہ بر سبیلِ دوام

تجھکو کیا پایہ روشناسی کا
جز بتقریبِ عیدِ ماہِ صیام

جانتا ہون کہ اوسکے فیض سے تو
پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام

ماہ بن ماہتاب بن مین کون — مجکو کیا بانٹ دیگا تو انعام

میرا اپنا جدا معاملہ ہے — اور کی لین دین سے کیا کام

ہے مجھے آرزوے بخشش خاص — گر تجھے ہے امید رحمت عام

جو کہ بخشیگا تجکو فرّ فروغ — کیا نہ دیگا مجھے مے گلفام

جب کہ چودہ منازل فلکی — کرچکی قطع تیری تیزی گام

تیری پرتو سے ہون فروغ پذیر — کوی و مشکوی و صحن و منظر و بام

دیکھنا میرے ہاتھہ مین لبریز — اپنی صورت کا اک بلورین جام

پھر غزل کی روش پہ چل نکلا — توسن طبع چاہتا تھا لگام

غزل

زہر غم کرچکا تھا میرا کام — تجھکو کسنے کہا کہ ہو بدنام

مے ہی پھر کیون نہ مین پیے جاؤن — غم سے جب ہوگئی ہو زیست حرام

بوسہ کیسا یہی غنیمت ہے — کہ نہ سمجھین وہ لذت دشنام

کعبہ مین جا بجائینگے ناقوس — اب تو باندھا ہے دیر مین احرام

اوس قدح کا ہے دور مجکو نقد — چرخ نے لی ہے جس سے گردش وام

بوسہ دینے مین اونکو ہے انکار — دل کے لینے مین جنکو تھا ابرام

چھیڑتا ہون کہ اونکو غصہ آے — کیون رکھون ورنہ غالب اپنا نام

کہہ چکا مین تو سب کچہ اب تو کہہ — اے پری چہرہ پیک تیز خرام

کون ہے جسکے در پہ ناصیہ سا — ہین مہ و مہر و زہرہ و بہرام

تو نہین جانتا تو مجھسے سن — نام شاہنشہ بلند مقام

قبلۂ چشم و دل بہادر شاہ
مظہر ذو الجلال والاکرام

شہسوار طریقۂ انصاف
نو بہار حدیقۂ اسلام

جسکا ہر فعل صورت اعجاز
جس کا ہر قول معنی الہام

بزم مین میزبان قیصر و جم
رزم مین اوستاد رستم و سام

اے ترا لطف زندگی افزا
اے ترا عہد فرخی فرجام

چشم بد دور خسروانہ شکوہ
لوحش اللہ عارفانہ کلام

جان نثارون مین تیرے قیصر روم
جرعہ خوارون مین تیرے مرشد جام

وارث ملک جانتے ہین تجھے +
ایرج و تور و خسرو و بہرام

زور بازو مین مانتے ہین تجھے
گیو و گودرز و بیژن و رہام

مرحبا موشگافی ناوک
آفرین آبداری صمصام

تیر کو تیرے تیر غیر ہدف
تیغ کو تیرے تیغ خصم نیام

رعد کا کر رہی ہے کیا دم بند
برق کو دے رہا ہے کیا الزام

تیرے فیل گران جسد کی صدا
تیرے رخش سبک عنان کا خرام

فن صورتگری مین تیرا گرز
گر نہ رکھتا ہو دستگاہ تمام

اوسکے مضروب کے سر و تن سے
کیون نمایان ہو صورت ادغام

جب ازل مین رقم پذیر ہوئے
صفحہ ہائے لیالی و ایام

اور اون اوراق مین بکلک قضا
مجملاً مندرج ہوئے احکام

لکھدیا شاہدون کو عاشق کش
لکھدیا عاشقون کو دشمن کام

آسمان کو کہا گیا کہ کہین
گنبد تیز گرد نیلی فام

حکم ناطق لکھا گیا کہ لکھین
خال کو دانہ اور زلف کو دام

آتش و آب و باد و خاک نے لی
وضع سوز و نم و رم و آرام

مہر رخشان کا نام خسرو روز — ماہ تابان کا اسم شحنۂ شام

تیری توقیع سلطنت کو بھی — دے بدستور صورت ارقام

کاتب حکم نے بموجب حکم — اوس رقم کو دیا طراز دوام

ہے ازل سے روائی آغاز
ہو ابد تک رسائی انجام

قصیدہ

صبحدم دروازۂ خاور کھلا — مہر عالمتاب کا منظر کھلا

خسرو انجم کے آیا صرف مین — شب کو تھا گنجینۂ گوہر کھلا

وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود — صبح کو راز مہ و اختر کھلا

ہین کواکب کچھ نظر آتے ہین کچھ — دیتے ہین دھوکا یہ بازیگر کھلا

سطح گردون پر پڑا تھا رات کو — موتیون کا ہر طرف زیور کھلا

صبح آیا جانب مشرق نظر — اک نگار آتشین رخ سر کھلا

تھی نظر بندی کیا جب رد سحر — بادۂ گلرنگ کا ساغر کھلا

لا کے ساقی نے صبوحی کے لیے — رکھدیا ہے ایک جام زر کھلا

بزم سلطانی ہوئی آراستہ — کعبۂ امن و امان کا در کھلا

تاج زرین مہر تابان سے سوا — خسرو آفاق کے منہ پر کھلا

شاہ روشندل بہادر شہ کہ ہے — راز ہستی اوس پہ سرتاسر کھلا

وہ کہ جسکی صورت تکوین مین — مقصد نہ چرخ و ہفت اختر کھلا

وہ کہ جسکی ناخن تاویل سے — عقدۂ احکام پیغمبر کھلا

پہلے دارا کا نکل آیا ہے نام — اوسکے سرہنگون کا جب دفتر کھلا

روشناسوں کی جہاں فہرست ہے — واں لکھا ہے چہرۂ قیصر کھلا
توسنِ شہ میں ہے وہ خوبی کہ جب — تھان سے وہ غیرتِ صرصر کھلا
نقشِ پا کی صورتیں وہ دلفریب — تو کہے بتخانۂ آزر کھلا
مجھ پہ فیضِ تربیت سے شاہ کے — منصبِ مہر و مہ و محور کھلا
لاکھ عقدے دل میں تھے لیکن ہر ایک — میری حدِ وسع سے باہر کھلا
تھا دلِ وابستہ قفلِ بے کلید — کس نے کھولا کب کھلا کیونکر کھلا
باغِ معنی کی دکھاؤں گا بہار — مجھ سے گر شاہِ سخن گستر کھلا
ہو جہاں گرمِ غزل خوانی نفس — لوگ جانیں طبلۂ عنبر کھلا

غزل

کنج میں بیٹھا رہوں یوں پر کھلا — کاشکے ہوتا قفس کا در کھلا
ہم پکاریں اور کھلے یوں کون جائے — یار کا دروازہ پاویں گر کھلا
ہم کو ہے اس رازداری پر گھمنڈ — دوست کا ہے راز دشمن پر کھلا
واقعی دل پر بھلا لگتا تھا داغ — زخم لیکن داغ سے بہتر کھلا
ہاتھ سے رکھ دی کب ابرو نے کماں — کب کمر سے غمزے کی خنجر کھلا
مفت کا کس کو برا ہے بدرقہ — رہروی میں پردۂ رہبر کھلا
سوزِ دل کا کیا کرے بارانِ اشک — آگ بھڑکی مینہ اگر دم بھر کھلا
نامے کے ساتھ آ گیا پیغامِ مرگ — رہ گیا خط میری چھاتی پر کھلا

دیکھیو غالب سے گر الجھا کوئی
ہے ولی پوشیدہ اور کافر کھلا

پھر ہوا مدحت طرازی کا خیال — پھر مہ و خورشید کا دفتر کھلا

خامہ نے پائی طبیعت سے مدد — بادباں بھی اٹھتے ہی لنگر کھلا

مدح سے ممدوح کی دیکھی شکوہ — یاں عرض سے رتبۂ جوہر کھلا

مہر کانپا چرخ چکر کھا گیا — بادشہ کا رایتِ لشکر کھلا

بادشہ کا نام لیتا ہے خطیب — اب علوِ پایۂ منبر کھلا

سکۂ شہ کا ہوا ہے روشناس — اب عیارِ آبروئے زر کھلا

شاہ کے آگے دھرا ہے آئینہ — اب مآلِ سعیِ اسکندر کھلا

ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے — اب فریبِ طغرل و سنجر کھلا

ہو سکے کیا مدح ہاں اک نام ہے — دفترِ مدحِ جہاں داور کھلا

فکر اچھی پر ستائش نا تمام — عجزِ اعجازِ ستائش گر کھلا

جانتا ہوں ہے خطِ لوحِ ازل — تم پہ اے خاقان نام آور کھلا

تم کرو صاحب قرانی جب تلک
ہے طلسمِ روز و شب کا در کھلا

در صفت انبہ

ہاں دلِ دردمند زمزمہ ساز — کیوں نہ کھولے درِ خزینۂ راز

خامے کا صفحے پہ رواں ہونا — شاخِ گل کا ہے گل فشاں ہونا

مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا لکھیے — نکتہ ہائے خرد فزا لکھیے

بارے آموں کا کچھ بیاں ہو جائے — خامہ نخلِ رطب فشاں ہو جائے

آم کا کون مردِ میداں ہے — ثمر و شاخ گوئے و چوگاں ہے

تاک کے جی میں کیوں رہے ارماں — آئے یہ گوئے اور یہ میداں

آم کے آگے پیش جاوے خاک — پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک

نچلا جب کسیطرح مقدور — بادۂ ناب بنگیا انگور +

یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے — شرم سے پانی پانی ہونا ہے

مجھسے پوچھو تمھین خبر کیا ہے — آم کے آگے نیشکر کیا ہے

نہ گل اوسمین نہ شاخ و برگ نہ بار — جب خزان آئی تب ہوا وسکی بہار

اور دوڑائیے قیاس کہان — جان شیرین مین یہ مٹھاس کہان

جان مین ہوتی گر یہ شیرینی — کوہکن باوجود غمگینی

جان دینے مین اوسکو یکتا جان — پر وہ یون سہل دے نسکتا جان

نظر آتا ہے یون مجھے یہ ثمر — کہ دواخانۂ ازل مین مگر

آتش گل پہ قند کا ہے قوام — شیرہ کی تار کا ہے ریشہ نام

یا یہ ہوگا کہ فرط رافت سے — باغبانون نے باغ جنت سے

انگبین کے بحکم رب الناس — بھر کے بھیجے ہین سر بمہر گلاس

یا لگا کر خضر نے شاخ نبات — مدتون تک دیا ہے آب حیات

تب ہوا ہے ثمر فشان یہ نخل — ہم کہان ورنہ اور کہان یہ نخل

تہا ترنج زر ایک خسرو پاس — رنگ کا زرد پہ کہان بو باس

آم کو دیکھتا اگر یکبار + — پھینکدیتا طلاے دست افشار

رونق کارگاہ برگ و نوا — نازش دودمان آب و ہوا

رہرو راہ خلد کا توشہ — طوبے و سدرہ کا جگر گوشہ

صاحب شاخ و برگ و بار ہے آم — ناز پروردہ بہار ہے آم

خاص وہ آم جو نہ ارزان ہو — نوبر نخل باغ سلطان ہو

وہ کہ ہے والی ولایت عہد — عدل سے اوسکے ہے حمایت عہد

فخر دین عز شان جاہ جلال — زینت طینت و جمال کمال

کارفرمائے دین و دولت و بخت
چہرہ آرائے تاج و مسند و تخت

سایہ اوسکا ہما کا سایہ ہے
خلق پر وہ خدا کا سایہ ہے

اے مفیض وجود سایہ و نور
جب تلک ہے نمود سایہ و نور

اس خداوند بندہ پرور کو
وارث گنج و تخت و افسر کو

شاد و دل شاد و شادمان رکھیو
اور غالب پہ مہربان رکھیو

قطعات

اے شہنشاہ فلک منظر بے مثل و نظیر
اے جہاندار کرم شیوۂ بے شبہ و عدیل

پاؤں سے تیرے ملے فرق ارادت اورنگ
فرق سے تیرے کرے کسب سعادت اکلیل

تیرا انداز سخن شانۂ زلف الہام
تیری رفتار قلم جنبش بال جبریل

تجھ سے عالم پہ کھلا رابطۂ قرب کلیم
تجھ سے دنیا مین بچھا مائدۂ بذل خلیل

بہ سخن اوج دہ مرتبۂ معنی و لفظ
بکرم داغ نہ ناصیۂ قلزم و نیل

تا ترے وقت مین ہو عیش و طرب کی توفیر
تا ترے عہد مین ہو رنج و الم کی تقلیل

ماہ نے چھوڑ دیا ثور سے جانا باہر
زہرہ نے ترک کیا حوت سے کرنا تحویل

تیری دانش مری اصلاح مفاسد کی رہین
تیری بخشش مری انجاح مقاصد کی کفیل

تیرا اقبال ترحم مرے جینے کی نوید
تیرا انداز تغافل مرے مرنے کی دلیل

بخت ناساز نے چاہا کہ نہ دے مجھکو امان
چرخ کجباز نے چاہا کہ کرے مجھکو ذلیل

پیچھے ڈالی ہے سر رشتۂ اوقات مین گانٹھ
پہلے ٹھونکی ہے بن ناخن تدبیر مین کیل

تپش دل نہین بے رابطۂ خوف عظیم
کشش دم نہین بے ضابطۂ جر ثقیل

در معنی سے مرا صفحہ لقا کی ڈاڑھی
غم گیتی سے مرا سینہ عمرو کی زنبیل

فکر میری گہر اندوز اشارات کثیر
کلک میری رقم آموز عبارات قلیل

میرے ابہام پہ ہوتی ہے تصدق توضیح
میرے اجمال سے کرتی ہے تراوش تفصیل

نیک ہوتی مری حالت تو نہ دیتا تکلیف
جمع ہوتی مری خاطر تو نہ کرتا تعجیل

قبلہ کون و مکان خستہ نوازی مین یہ دیر
کعبہ امن و امان عقدہ کشائی مین یہ ڈھیل

ایضاً

گئے وہ دن کہ نادانستہ غیرونکی وفاداری
کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموش رہتے تھے

بس اب بگڑے پہ کیا شرمندگی جانے دو مل جاؤ
قسم لو ہم سے گر یہ بھی کہین کیون ہم نہ کہتے تھے

کلکتہ کا جو ذکر کیا تونے ہمنشین
اک تیر میرے سینہ مین مارا کہ ہای ہای

وہ سبزہ زار ہاے مطرا کہ ہے غضب
وہ نازنین بتان خود آرا کہ ہاے ہاے

صبر آزما وہ اونکی نگاہین کہ حف نظر
طاقت ربا وہ اونکا اشارا کہ ہای ہای

وہ میوہ ہاے تازہ و شیرین کہ واہ واہ
وہ بادہ ہاے ناب گوارا کہ ہای ہاے

در مدح ڈلی

ہے جو صاحب کی کف دست پہ یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیے

خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے
ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیے

مہر مکتوب عزیزان گرامی لکھیے
حرز بازوی شگرفان خود آرا کہیے

مسی آلودہ سر انگشت حسینان لکھیے
داغ طرف جگر عاشق شیدا کہیے

خاتم دست سلیمان کے مشابہ لکھیے
سر پستان پریزاد سے مانا کہیے

اختر سوختۂ قیس سے نسبت دیجے
خال مشکین رخ دلکش لیلا کہیے

حجر الاسود دیوار حرم کیجیے فرض
نافہ آہوے بیابان ختن کا کہیے

وضع مین اوسکو اگر سمجھیے قاف تریاق
رنگ مین سبزۂ نوخیز مسیحا کہیے

صومعے مین اسے ٹھہرایئے گر مہر نماز
میکدے مین اسے خشت خم صہبا کہیے

کیون اسے قفل در گنج محبت لکھیے
کیون اسے نقطۂ پرکار تمنا کہیے

کیون اسے گوہر نایاب تصور کیجیے
کیون اسے مردمک دیدۂ عنقا کہیے

کیون اسے تکمۂ پیراہن لیلا لکھیے
کیون اسے نقش پے ناقۂ سلما کہیے

بندہ پرور کے کف دست کو دل کیجیے فرض
اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

قطعہ

نہ پوچھ اسکی حقیقت حضور والا نے
مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی

نہ کھاتے گیہون نکلتے نہ خلد سے باہر
جو کھاتے حضرت آدم یہ بیسنی روٹی

بیان مصنف

منظور ہے گزارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہین مجھے

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہگری
کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہین مجھے

آزادہ رو ہون اور مرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے

اوستاد شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال
یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہین مجھے

جام جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر
سوگند اور گواہ کی حاجت نہین مجھے

مین کون اور ریختہ ہان اس سے مدعا
جز انبساط خاطر حضرت نہین مجھے

سہرا لکھا گیا ز رہ امتثال امر
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہین مجھے

مقطع مین آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات
مقصود اس سے قطع محبت نہین مجھے

روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ
سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

قسمت بری سہی پہ طبیعت بری نہین
ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہین مجھے

صادق ہون اپنے قول مین غالب خدا گواہ
کہتا ہون سچ کہ جھوٹ کی عادت نہین مجھے

مدح

نصرت الملک بہادر مجھے بتلا کہ مجھے
تجھ سے جو اتنی ارادت ہے تو کس بات سے ہے

گرچہ تو وہ ہے کہ ہنگامہ اگر گرم کرے
رونق بزم مہ و مہر تری ذات سے ہے

اور مین وہ ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون
غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

خستگی کا ہو بھلا جسکے سبب سے سردست
نسبت اک گونہ مرے دلکو ترے ہات سے ہے

ہاتھ مین تیرے رہے توسن دولت کی عنان
یہ دعا شام و سحر قاضی حاجات سے ہے

تو سکندر ہے مرا فخر ہے ملنا تیرا
گو شرف خضر کی بھی مجھکو ملاقات سے ہے

اس پہ گذرے نہ گمان ریو و ریا کا زنہار
غالب خاک نشین اہل خرابات سے ہے

متفرقات

ہے چار شنبہ آخر ماہ صفر چلو — رکھ دیں چمن میں بھر کے مئے مشکبو کی ناند
جو آئے جام بھر کے پیے اور ہو کے مست — سبزے کو روندتا پھرے پھولوں کو جائے پھاند
غالبؔ یہ کیا بیاں ہے بجز مدح پادشاہ — بھاتی نہیں ہے اب مجھے کوئی نوشت خواند
بٹتے ہیں سونے روپے کے چھلے حضور میں — ہے جن کے آگے سیم و زر مہر و ماہ ماند

یوں سمجھیے کہ بیچ سے خالی کیے ہوئے
لاکھوں ہی آفتاب ہیں اور بے شمار چاند

در مدح شاہ

اے شاہ جہانگیر جہان بخش جہاندار — ہے غیب سے ہر دم تجھے صد گونہ بشارت
جو عقدۂ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو — تو وا کرے اس عقدے کو سو بھی باشارت
ممکن ہے کرے خضر سکندر سے ترا ذکر — گر لب کو نہ دے چشمۂ حیوان سے طہارت
آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف تھا — ہے فخر سلیمان جو کرے تیری وزارت
ہے نقش مریدی ترا فرمان الٰہی — ہے داغ غلامی ترا توقیع امارت
تو آب سے گر سلب کرے طاقت سیلان — تو آگ سے گر دفع کرے تاب شرارت
ڈھونڈھے نہ ملے موجۂ دریا میں روانی — باقی نہ رہے آتش سوزان میں حرارت
ہے گرچہ مجھے نکتہ سرائی میں توغل — ہے گرچہ مجھے سحر طرازی میں مہارت
کیونکر نہ کرون مدح کو میں ختم دعا پر — قاصر ہے ستائش میں تری میری عبارت
نوروز ہے آج اور وہ دن ہے کہ ہوئے ہیں — نظارگی صنعت حق اہل بصارت
تجھکو شرف مہر جہانتاب مبارک — غالبؔ کو ترے عتبۂ عالی کی زیارت

قطعہ

افطار صوم کی کچھ اگر دستگاہ ہو
اوس شخص کو ضرور ہے روزہ رکھا کرے

جس پاس روزہ کھول کے کھانیکو کچھ نہو
روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے

گزارش مصنف بحضور شاہ

اے شہنشاہ آسمان اورنگ
اے جہاندار آفتاب آثار

تھا مین اک بے نوائے گوشہ نشین
تھا مین اک دردمند سینہ فگار

تمنے مجکو جو آبرو بخشی
ہوئی میری وہ گرمی بازار

کہ ہوا مجسا ذرۂ ناچیز
روشناس ثوابت و سیار

گرچہ از روئے ننگ بے ہنری
ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار

کہ گر اپنے کو مین کہون خاکی
جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار

شاد ہون لیکن اپنے جی مین کہ ہون
بادشہ کا غلام کار گزار

خانہ زاد اور مرید اور مداح
تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

بارے نوکر بھی ہوگیا صد شکر
نسبتین ہوگئین مشخص چار

نہ کہون آپسے تو کس سے کہون
مدعائے ضروری الاظہار

پیر و مرشد اگرچہ مجکو نہین
ذوق آرایش سر و دستار

کچھ تو جاڑے مین چاہیے آخر
تا نہ دے باد زمہریر آزار

کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش
جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار

کچھ خریدا نہین ہے ابکی سال
کچھ بنایا نہین ہے ابکی بار

رات کو آگ اور دن کو دھوپ
بھاڑ مین جائین ایسے لیل و نہار

آگ تاپے کہان تلک انسان
دھوپ کھاوے کہان تلک جاندار

دھوپ کی تابش آگ کی گرمی
وقنا ربنا عذاب النار

میری تنخواہ جو مقرر ہے
اوس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار

رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک
خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار

مجھکو دیکھو تو ہون بقید حیات
اور چھ ماہی ہو سال مین دو بار

بسکہ لیتا ہون ہر مہینے قرض
اور رہتی ہے سود کی تکرار

میری تنخواہ مین تہائی کا
ہو گیا ہے شریک ساہوکار

آج مجھ سا نہین زمانے مین
شاعر نغز گوے خوش گفتار

رزم کی داستان گر سنیے
ہے زبان میری تیغ جوہر دار

بزم کا التزام گر کیجے
ہے قلم میری ابر گوہر بار

ظلم ہے گر نہ دو سخن کی داد
قہر ہے گر کرو نہ مجھکو پیار

آپ کا بندہ اور پھرون ننگا
آپ کا نوکر اور کھاون ادھار

میری تنخواہ کیجے ماہ بماہ
تا نہ ہو مجھکو زندگی دشوار

ختم کرتا ہون اب دعا پہ کلام
شاعری سے نہین مجھے سروکار

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

قطعات

سیہ گلیم ہون لازم ہے میرا نام نہ لے
جہان مین جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہے

ہوا نہ غلبہ میسر کبھی کسی پہ مجھے
کہ جو شریک ہو میرا شریک غالب ہے

قطعہ

سہل تھا مسہل ولی یہ سخت مشکل آ پڑی
مجھ پہ کیا گذریگی اتنے روز حاضر بن ہوے

تین دن مسہل سے پہلے تین دن مسہل کے بعد
تین مسہل تین تبریدین یہ سب کتنے دن ہوے

قطعہ ۳ تاریخ

خجستہ انجمن طوی میرزا جعفر — کہ جسکے دیکھے سی سبکا ہوا ہی جی محظوظ
ہوئی ہے ایسی ہی فرخندہ سالمین غالب — نکیون ہو مادہ سال عیسوی محظوظ
۱۸۵۴ء

قطعہ ۴ تاریخ دیگر

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی — ہوا بزم طرب مین رقص ناہید
کہا غالب سے تاریخ اسکی کیا ہے — تو بولا انشراح جشن جمشید

قطعہ ۵

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہین — دربار دار لوگ بہم آشنا نہین
کانو پہ ہاتھ دھرتے ہین کرتے ہوئے سلام — اس سے ہے یہ مراد کہ ہم آشنا نہین

رباعیات

بعد از اتمام بزم عید اطفال — ایام جوانی رہے ساغر کش حال
آپہونچے ہین تا سواد اقلیم عدم — اے عمر گذشتہ یک قدم استقبال

ایضاً

شب زلف و رخ عرق فشان کا غم تھا — کیا شرح کرون کہ طرفہ تر عالم تھا
رویا مین ہزار آنکھ سے صبح تلک — ہر قطرۂ اشک دیدۂ پرنم تھا

ایضاً

آتشبازی ہے جیسے شغل اطفال — ہے سوز جگر کا بھی اسی طور کا حال
تھا موجد عشق بھی قیامت کوئی — لڑکون کیلیے گیا ہے کیا کھیل نکال

ایضاً

دل تھا کہ جو جان درد تمہید سہی	بیتابی رشک و حسرت دید سہی
ہم اور فسردن اے تجلی افسوس	تکرار روا نہیں تو تجدید سہی

ایضاً

ہے خلق حسد قماش لڑنے کے لیے	وحشت کدۂ تلاش لڑنے کے لیے
یعنی ہر بار صورت کاغذ باد	ملتے ہیں یہ بدمعاش لڑنے کے لیے

ایضاً

دل سخت نژند ہوگیا ہے گویا	اوس سے گلہ مند ہوگیا ہے گویا
پر یار کے آگے بول سکتے ہی نہیں	غالب منہ بند ہوگیا ہے گویا

ایضاً

دکھ جی کے پسند ہوگیا ہے غالب	دل رک رک کر بند ہوگیا ہے غالب
واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں	سونا سوگند ہوگیا ہے غالب

ایضاً

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل	سن سن کے اوسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش	گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

ایضاً

بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جمجاہ نے دال	ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال	ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

ایضاً

ہیں شہ میں صفات ذوالجلالی باہم	آثار جلالی و جمالی باہم
ہوں شاد نہ کیوں سافل و عالی باہم	ہے اب کی شب قدر و دیوالی باہم

ایضاً

حق شہ کی بقا سے خلق کو شاد کرے	تا شاہ شیوع دانش و داد کرے
یہ دی جو گئی ہے رشتہ عمر میں گانٹھ	ہے صفر کہ افزایش اعداد کرے

ایضاً

اس رشتہ میں لاکھ تار ہوں بلکہ سوا	اتنے ہی برس شمار ہوں بلکہ سوا
ہر سینکڑہ کو ایک گرہ فرض کریں	ایسی گرہیں ہزار ہوں بلکہ سوا

ایضاً

کہتے ہیں کہ اب وہ مردم آزار نہیں	عشاق کی پرسش سے اوسے عار نہیں
جو ہاتھ کہ ظلم سے اوٹھایا ہوگا	کیونکر مانوں کہ اوس میں تلوار نہیں

ایضاً

ہم گرچہ بنے سلام کرنیوالے	کرتے ہیں درنگ کام کرنے والے
کہتے ہیں کہیں خدا سے اللہ اللہ	وہ آپ ہیں صبح و شام کرنیوالے

ایضاً

سامان خور و خواب کہاں سے لاؤں	آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں
روزہ مرا ایمان ہے غالب لیکن	خسخانہ و برف آب کہاں سے لاؤں

ایضاً

ان سیم کے بیجوں کو کوئی کیا جانے	بھیجے ہیں جو ارمغان شہ والا نے
گن کر دیوینگے ہم دعائیں سو بار	فیروزہ کی تسبیح کے ہیں یہ دانے

خاتمۃ الطبع خدا کا شکر ہے کہ اندنوں دیوان اردو حضرت غالب دہلوی مطبع منشی نول کشور صاحب میں بمقام لکھنؤ بار پنجم ۱۱ ستمبر ۱۸۷۲ء میں چھپکر ملیار ہوا اہل سخن کا رفع انتظار ہوا فقط